رجسٹرڈ آصفیہ (نمبر ۱۰۱)

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے، ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ

سالانہ .... ے

ششماہی .... ے

سہ ماہی .... ے

قیمت فی پرچہ (۲/)

قیمت پرانہ پرچہ (۴/)

جلد (۲) | ۱۰ ار تیر سنہ ۱۳۵۱ فصلی | ۷ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۱ھ | ۲۳ مئی سنہ ۱۹۴۲ء شنبہ | نمبر (۶)

جنگ اور انقلاب

قدامت پرست مدبرین کے زاویہ نگاہ میں تبدیلی

بین الاقوامی تعلقات کی جدید بنیاد

اخبار "ہندی بینڈرت انڈیا" جو کامریڈ ایم ین رائے کی ادارت میں بمبئی سے شائع ہوتا ہے اپنے تازہ ترین اداریہ میں تحریر کرتا ہے کہ:-

گزشتہ ہفتہ برطانوی کابینۂ جنگ کے دو ارکان نے بڑی اہم تقریریں کیں۔ ان تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ ہمارا اعصاب شکن سفر ابھی ختم نہیں ہوا تاہم ہم نے ایک ایسی اہم چیز حاصل کرلی ہے جو ہماری فتح کی ضمانت ہے یعنی یہ کہ مقاصد جنگ کی کافی وضاحت ہو چکی ہے۔ جنگ کی ابتدائی منزلوں میں مقاصد جنگ کی نسبت بہت پرجوش بحثیں ہوتی رہیں۔ بعد میں فوجی اور بحری واقعات کے طوفان میں یہ بحث پس منظر میں چلی گئی اور کوئی یہ نہیں سوچتا تھا کہ جنگ کے بعد کیا ہوگا۔ یہ بالکل قدرتی بات تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جنگ کی رفتار بھی غور و فکر پر مجبور بھی کر رہا تھا۔ دول محور کو شکست دینے کی کوششوں میں عملی اور فکری مناقشہ روا نہیں رکھا جاسکتا۔ تاہم ارباب فکر مستقبل سے غافل نہیں رہ سکتے تھے۔ مقاصد جنگ کی مناسب و صریح تعریف دراصل جنگ جیتنے کے لئے ضروری ہے۔ ایک عام آدمی کو مبہم نصب العین متاثر نہیں کرسکتا۔ اس کو آمادۂ عمل کرنے کے لئے اس کے سامنے کوئی فوری اور محسوس چیز پیش کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے برطانوی کابینۂ جنگ کے ارکان کے اعلانات کا خیر مقدم کرنا چاہئے۔

رفتار عالم

صحیفہ نگاروں کے ایک جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے سر اسٹافورڈ کرپس نے کہا کہ:- "ہم اکثر کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت کو بچانے کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم لوگوں کو یہ محسوس کرائیں کہ جمہوریت کو بچانا خود ان کے کے کس قدر اہم اور قیمتی ہے۔ ہم اپنے جمہوری اداروں کی بہت قدر کرتے ہیں مگر ہمیں یہ محسوس کرنا چاہئے کہ ہم ایک ایسی دنیا میں ہیں جہاں تغیر بجلی کی سرعت کے ساتھ وقوع پذیر ہوتا ہے اور اس سرعت سے بدلنے والی دنیا میں ہم ساکن و غیر متحرک نہیں رہ سکتے۔ آج اس سے بڑھ کر کوئی چیز مہلک نہیں کہ ہم اپنے مستقبل کے طرز عمل کو متعین کرنے کے لئے ماضی کو معیار بنائیں"۔

سر اسٹافورڈ کرپس ایک طرح کے اشتراکی ہیں۔ وہ اس طرح سوچنے کے فرد عادی ہوں گے۔ بہت ممکن ہے کہ ایک متشکک ان کے خیالات کو اہمیت نہ دے۔ کہ سر اسٹافورڈ ایک خانگی فرد کی حیثیت سے اپنے شخصی خیالات کا اظہار نہیں کر رہے ہیں۔ یہ خیالات برطانوی کابینۂ جنگ کے ایک اہم رکن کے ہیں۔ ان خیالات سے برطانوی کابینۂ جنگ انفرادی یا مجموعی حیثیت سے کامل اتفاق نہ رکھتی ہوگی مگر یہ بات اہمیت سے خالی نہیں کہ اس کابینہ کا ایک رکن ایسے خیالات رکھتا ہے اور آزادی کے ساتھ ان کا اظہار کرتا ہے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے وہ اپنی ذمہ دار خدمت پر رہ کر ایسا نہ کرسکتے اگر یہ خیالات ان کے رفقائے کار کی ناراضگی کا باعث ہوتے جیسا کہ پہلے ہوا کرتے تھے۔

سر اسٹافورڈ کرپس کا یہ اعلان قدامت پرستی کے لئے ایک چیلنج تو ہے مگر ذرا مبہم ہے۔ مسٹر ایڈن برطانیہ کے وزیر خارجہ نے ان خیالات کو زیادہ وضاحت سے پیش کیا ہے۔ سابق روز اڈنبرا میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ:- "ہمیں اس سرزمین پر امن نصیب نہ ہوگا تاوقتیکہ ہمارا معاشی نظام ایسا نہ ہو جس میں مرد اور عورتیں جو کام کرنے تیار ہیں کام کرسکیں اور اپنی محنت کا معاوضہ پاسکیں"۔

اب تک تو صرف انقلاب پسند افراد ایسے خیالات کا اظہار کرتے تھے اور اس کی پاداش میں سزا پاتے تھے۔ جنگ کا ایک مفید نتیجہ یہ برآمد ہو چکا ہے کہ انقلاب کا ہوّا ختم ہوگیا۔ اس کے برعکس انقلاب کے تصور میں ایک انقلاب پیدا ہو رہا ہے۔ جو انقلاب برضا و رغبت وقوع میں آئے اس کو گزشتہ انقلابوں کا راستہ طے کرنا نہیں پڑے گا۔ بالفاظ دیگر جب انقلاب کا تصور خلاف قانون نہ ہو تو اس کے راستہ میں دشواریاں حائل نہ ہوں گی اور نہ دشواریوں پر غالب آنے کی کوشش اب ضروری ہوگی جیسا کہ پہلے ضروری تھی۔

مقاصد جنگ

مسلسل ترقی اور عام بہبودی کے لئے جو تغیرات ضروری ہیں ان میں مزاحمت پیدا کرنے کی وجہ سے انقلاب نے ایک ہولناک صورت اختیار کرلی تھی۔ جہاں مزاحمت نہ ہو انقلاب ہولناک صورت اختیار نہیں کرسکتا بلکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ معاشری ارتقاء کا فطری نتیجہ ہے۔ اس کے مقصد [illegible] اسباب و عمل سے کیا جاسکتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۲ پر

ہفتہ وار
مملکت
جلد (۲) | ۱۸ تیر ۱۳۵۱ف | نمبر (۶)

کانگریس کی سیاسی بازی گری

مدراس میں مسٹر راجگوپال اچاری کی مہم

مقننہ مدراس کے اراکین نے مسٹر راجگوپال کی قرارداد کو منظور کر کے ہندوستان کی سیاسی دنیا میں ایک ہلچل سی پیدا کر دی تھی۔ مگر آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے مسٹر راجگوپال اچاری کی قرارداد کو مسترد اور اس کے بالمقابل مسٹر جگت نارائن لال کی قرارداد کو منظور کر کے ہندو مسلم مسئلہ کو اور الجھا دیا۔ کانگریس نے اس نازک موقعہ پر باشندگان ہند کی رہنمائی کرنے کے بجائے ان میں ایک ذہنی انتشار پیدا کر دیا۔ ایک طرف تو مسٹر جگت نارائن لال کی قرارداد میں صاف اور صریح الفاظ میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ ہندوستان کی کسی طرح تقسیم نہ کی جائے۔ اور دوسری طرف کانگریس کی مجلس عاملہ کی وہ قرارداد موجود ہے جس میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ کانگریس ملک کے کسی حصہ یا جماعت کو اس کی مرضی کے خلاف اس بات پر مجبور نہیں کرے گی کہ وہ آئندہ اتحاد ہند میں شریک رہے۔ بہ الفاظ دیگر کانگریس نے ایک طرف مسٹر راجگوپال اچاری کی قرارداد کو مسترد کر کے پاکستان کے اصول کو تسلیم کر لیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ اعلان بھی کیا کہ وہ کسی علحدگی پسند جماعت کو اس کی مرضی کے خلاف وفاق ہند میں شریک ہونے پر مجبور نہیں کرے گی۔

گاندھی جی کی روش

مسٹر ستیا مورتی ——— جو جنوبی ہند میں مسٹر راجگوپال اچاری کے پروپگنڈے کے اثرات کو زائل کرنے اور جوابی پروپگنڈہ کرنے کی ڈیوٹی دے رہے ہیں ——— کانگریس کی اس منتشر پالیسی کی عجیب طرح سے توجیہ کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ایک صحافتی بیان میں کہتے ہیں کہ:

"ہم اس ملک کی تقسیم کو ہمیشہ ایک مصیبت تصور کریں گے۔ ہم اس پر کبھی رضامند نہیں ہو سکتے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم یہ ذمہ داری لیتے ہیں کہ اگر ہندوستان کی کوئی علاقہ واری وحدت مخلص اکثریت کے ساتھ ہندوستانی وفاق سے علحدہ ہونے پر مصر ہو تو ہم اس کو مجبور نہیں کریں گے۔"

مسٹر ستیا مورتی کے اس نقطہ نظر پر گاندھی جی فرماتے ہیں کہ وہ زندہ رہ کر پاکستان کو دیکھ نہیں سکتے۔ ایک اور مسئلہ سیاسیات کہ پاکستان کی نسبت گاندھی جی کے خیالات بہت کچھ وضاحت طلب ہے۔ تقسیم ہند کی ہر تجویز سے گاندھی جی بارہا اختلاف کر چکے ہیں۔ لیکن چند مہینے قبل انہوں نے تحریر کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت اپنے آپ کو ایک جداگانہ قوم تصور کرتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو اس خیال سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اور اگر اس بنا پر وہ ہندوستان کو منقسم کرنا چاہیں تو انہیں تقسیم کا حق حاصل ہے۔

ہندو مسلم مفاہمت کی نسبت کانگریس کی روش دن بدن مبہم ہوتی جا رہی ہے۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ الٰہ آباد میں کانگریس کے صدر نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں اعلان کیا تھا کہ وہ کانگریس کے پانچ نمائندوں کو مقرر کرنے تیار ہیں تاکہ وہ مسلم لیگ کے پانچ نمائندوں سے مل کر فرقہ واری مفاہمت کی نسبت گفت و شنید کریں۔ صدر کانگریس کے اس اعلان کی تائید نہ تو مجلس عاملہ سے ہوتی ہے اور نہ کل ہند کانگریس کمیٹی کی قرارداد سے۔

مسلم لیگ کے تین نقاط

اس میں شک نہیں کہ مسلم لیگ کے قائدین نے انفرادی طور پر مسٹر راجگوپال اچاری کی تحریک کا خیر مقدم کیا ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مسلم لیگ یا مسٹر جناح کی کیا رائے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کے حلقوں میں یہ رائے ظاہر کی جا رہی ہے کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے فیصلہ نے کانگریس اور مسلم لیگ کے مابین گفت و شنید کی کوئی بنیاد باقی نہیں رکھی۔ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے گذشتہ دسمبر میں بمقام ناگپور جو قرارداد منظور کی تھی اس میں تین نقاط پر زور دیا گیا تھا۔

(۱) دوران جنگ میں بنیادی مسائل کو نہ اٹھایا جائے۔

(۲) موجودہ دستور ہند کے ہوتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی جائے

(۳) مرکز اور صوبوں میں مسلمانوں کو اقتدار میں حقیقی حصہ ملے۔

اس وقت بھی مسلم لیگ کی تقریباً یہی پالیسی ہے۔

ان نقاط پر مسلم لیگ کا زور دینا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کو اب تک مستقبل کی نسبت بہت کچھ تردد ہے۔ کانگریس کے مشہور رکن مسٹر آصف علی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ کے اس پہلو پر کانگریسی حلقوں میں غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ اس غور و خوض کے نتیجے سے ملک ابھی تک لاعلم ہے۔ مسٹر آصف علی نے کہا تھا کہ اگر مسلم لیگ ہندوستان کی آزادی کے مطالبہ میں کانگریس کا ساتھ دے تو وہ مسلمانوں کو ہر قسم کی ضمانت دینے تیار ہیں۔ اس بات سے کون واقف نہیں کہ مسلم لیگ کا نصب العین بھی کامل آزادی ہے۔ آزادی ہند کے مطالبہ میں مسلم لیگ کانگریس کا ساتھ دینے کے لئے ہر وقت تیار رہی ہے مگر وہ صرف یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ آزادی سے حاصل ہونے والے اقتدار میں مسلمانوں کا کیا حصہ ہوگا۔ اس سوال کا جواب دینے سے کانگریس یہ کہہ کر گریز کرتی رہی کہ اقتدار میں سب شریک رہیں گے۔ چنانچہ سر اسٹیفورڈ کرپس کی آمد کے موقع پر پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ اس موقع پر اقلیتوں کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ کانگریس تنہا سیاسی اقتدار پر قبضہ جمانا چاہتی ہے۔ تاہم کانگریس میں بعض عناصر ایسے موجود ہیں جو مسلم لیگ سے مفاہمت کو ضروری تصور کرتے ہیں۔ مسٹر راجگوپال اچاری ان ہی عناصر کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ جہاں تک کہ صدر پنجاب کانگریس کمیٹی مسٹر راجگوپال اچاری کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی تجویز ہندوستان کی تقسیم کرنے کے بجائے ایک مؤثر اتحاد پیدا کرنے کا باعث ہوگی۔ لیڈروں میں مجموعی طور پر اس رجحان کو دیکھ کر ہندو مہا سبھا جماعتی اغراض کے لئے پورا پورا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ بہرحال سیاسیات ہند کے اکثر متعلقین قرارداد کی پیچیدگی سے خوب واقف رہے ہیں۔ اسباب کچھ بھی ہوں مسٹر راجگوپال اچاری کی تائید کرتے ہیں جو کانگریس یا لیگ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ چنانچہ سر سلطان احمد نے جو معتدلین کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اپنے ایک مضمون میں تحریر کیا ہے کہ:

کانگریس کا تمرد

"میں مسٹر راجگوپال اچاری سے اس امر میں بالکل متفق ہوں کہ کانگریس کو مسلم لیگ سے سمجھوتہ کر لینا چاہئے۔ البتہ مجھ کو یہ حیرت ہے کہ ارباب کانگریس کو ایسے سمجھوتہ کی ضرورت کا احساس اتنی دیر کے بعد ہوا۔ جب موجودہ دستور نافذ کیا گیا تھا اور کانگریس انتخابات میں کامیاب رہی تھی اس وقت اگر کانگریس مسلمانوں، پست اقوام اور دیگر اقلیتوں سے صحیح اسپرٹ کے ساتھ برتاؤ کرتی اور اقتدار میں ان کو مناسب حصہ دیتی تو پھر کوئی شخص بھی پاکستان کا نعرہ بلند نہ کرتا۔ اس کے برعکس کانگریس نے ہر قسم کا تعاون

کا مخالفت آمیز طریقے سے خیر مقدم کیا اور تمام معاملات پر اپنی مرضی مسلط کرنا جاری رکھا اور اس بات کو فراموش کر گئی کہ مفاہمت اور سمجھوتہ جمہوریت کی روح ہے۔ تمام جمہوری اصولوں کو خیرباد کہہ کر کانگریسی وزارتوں کو مجبور کیا گیا کہ مجالس مقننہ اور ووٹروں کو نظرانداز کر کے اپنے آپ کو کانگریس ہائی کمانڈ کے آگے ذمہ دار تصور کریں۔ ہندوستان کے موجودہ حالات میں یہ پالیسی بری طرح ناکام رہی۔ اب کوئی اور موزوں طریقہ دریافت کرنا پڑے گا۔ کانگریس کے صدر نے کہا ہے کہ کانگریس کے پانچ نمائندے مقرر کئے جا رہے ہیں تاکہ وہ مسلم لیگ کے پانچ نمائندوں سے مل کر مسائل پر گفتگو کریں لیکن حیرت تو یہ ہے کہ جب مدراس میں کانگریس سے بعض حضرات نکل کر گفت و شنید جاری تھی اور جبکہ کانگریس اور مسلم لیگ کی مجالس عاملہ کے ارکان بھی وہاں موجود تھے کسی نے اس امر کی کوشش نہیں کی کہ سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور ایک متفقہ فارمولا کانگریس کے آگے پیش کریں۔ مسٹر راجگوپال اچاری کے مقابلہ میں مسٹر جگت نارائن لال کی قرارداد منظور ہو جانے کے بعد مجھے اندیشہ ہے کہ مسلم لیگ سے گفت و شنید ناممکن ہو گئی۔

مسلم لیگ سے مفاہمت کرنے کے بجائے کانگریس نے یہ ثابت کرنے میں اپنا وقت ضائع کیا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ نہیں ہے اور اسی غرض سے وہ مسلمانوں کے دوسرے اداروں بالخصوص آزاد مسلم کانفرنس کو خوب اچھالتی رہی۔ اب یہ دیکھ کر شاید کانگریس کو بھی حیرت ہوئی ہوگی کہ مسٹر راجگوپال اچاری کی قرارداد سے آزاد مسلم کانفرنس بھی متفق ہے چنانچہ ڈاکٹر شوکت اللہ انصاری جو اس کے صدر ہیں اپنے ایک صحافتی بیان میں کہتے ہیں کہ:۔

> مسٹر راجگوپال اچاری نے ہمارے حد درجہ نازک مسئلے کو سلجھانے پر زور دیا ہے اور اب یہ ہوتے کا بہت سا زہر زائل ہو جائے گا ...... منطقی طور پر آزاد حکومت کو تسلیم کرنے کے حق کے ساتھ یہ حق بھی لازم ہے کہ ہر خود مختار وحدت اپنی کثرت رائے کے مطابق اتحاد میں شریک رہے یا اس سے علیحدہ ہو جائے۔ علیحدہ رہنے کو یہی وہ حق ہے جو بعض حالات میں وحدتوں کو حاصل ہوا کرتا ہے۔

ہوس اقتدار

اقلیتوں کو مطمئن کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے جس کو ہر سیاسی مفکر تسلیم کرتا ہے۔ خود کانگریس نے اپنی قرارداد دہلی میں اس امر کو تسلیم کیا تھا کہ وہ کسی منطقہ کو اس کی مرضی کے خلاف اتحاد میں شریک رہنے پر مجبور کرنا نہیں چاہتی لیکن جب مسٹر راجگوپال اچاری اسی اصول پر اپنی قرارداد

جس کی تو طلب ہے کانگریس کی بدولت کوئی نمائندہ نہیں رہی ہے صاف ظاہر ہے کہ کانگریس ابھی کچھ ہے کہ اس کے مستقبل کے عزائم کچھ اور ہیں۔ وہ اب تک اسی خواب پریشان میں مبتلا ہے کہ وہی ہندوستان کی تنہا نمائندہ ہے اور حکومت برطانیہ کی جانشین بننے کا صرف اسی کو حق حاصل ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ پہلے سیاسی اقتدار پر قبضہ جمائے اور پھر اقتدار کے بل بوتے پر ہندوستان کی دوسری جماعتوں کو مرعوب کر کے ان پر اپنا تسلط قائم رکھے۔ اس کے نزدیک فرقہ واری مسئلہ کو حل کرنے کی یہی ایک صورت ہے۔ کانگریس کی شکست نے جو کانگریس کے یہ عزائم جس طرح منظر عام پر آ گئے ہیں کہ اب ان پر پردہ ڈالنا مشکل ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کے کیا معنے ہیں کہ کانگریس ایک طرف تو جگت نارائن لال کی قرارداد منظور کر کے مفاہمت کا راستہ بند کر رہی ہے اور دوسری طرف مفاہمت کا راگ الاپتی ہے۔ اس طرح کی قلابازیاں اب صرف مضحکہ خیز نہیں بلکہ ہندوستان کے لئے مہلک ثابت ہوں گی۔ تاہم مسٹر راجگوپال کو یہ توقع ہے کہ جو قدم انہوں نے اٹھایا ہے وہ بہت دور رس نتائج کا حامل ہے۔ وہ کانگریس کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مدراس میں اپنی مہم شروع کر دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یونائیٹڈ پریس کی ایک اطلاع سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو بھی عنقریب مدراس کا دورہ کرنے والے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اب مدراس میں دو نقطہ نظر کا تصادم ہونے والا ہے۔ اس تصادم کا نتیجہ یا تو یہ مترتب ہوگا کہ کانگریس اپنی ضد بازی گری ترک کر کے صحیح راستہ پر گامزن ہو جائے گی۔ یا یہ خلفشار ہندوستان میں ایک عجیب صورت اختیار کرے گا۔ کانگریس کے لئے یہ آزمائش کا وقت ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ اس آزمائش میں کس طرح پوری اترتی ہے

مجلس اتحاد المسلمین کی قراردادیں

مجلس اتحاد المسلمین کی مجلس شوریٰ نے اپنے حالیہ اجلاس میں جو قراردادیں منظور کی ہیں ان میں سے دو خاص طور پر اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک قرارداد میں ضلع کانفرنسوں کی نسبت مجلس نے صحیح نقطہ نظر اختیار کیا ہے اور اپنے اس اتفاق کا اظہار کیا ہے کہ مسلمان اور ملک کے تمام بہی خواہ اور سنجیدہ طبقات کا اس کو تعاون حاصل ہوگا۔ مجلس کے اس مستحسن اقدام کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس خصوص میں ہندو پبلک کارکنوں نے جو روش اختیار کی ہے وہ نہایت افسوسناک ہے۔ اس موضوع پر ہم اپنی گزشتہ اشاعتوں میں اظہار خیال کر چکے ہیں جس کا اعادہ یہاں غیر ضروری ہے۔ ایک دوسری قرارداد میں مجلس نے بجا طور پر شکایت کی ہے کہ ہندو پبلک کارکنوں اور اداروں نے باوجود معاہدہ اپنی سرگرمیوں کو بند نہیں کیا۔ مجلس نے اپنے صدر کو مناسب کارروائی کرنے کا اختیار دیا ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے اصل قرارداد یہ تھی کہ مجلس اتحاد المسلمین کے ارکان کو مشترکہ کمیٹی سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ مگر یہ امر موجب مسرت ہے

کہ اس قرارداد کو مجلس شوریٰ نے قبول نہیں کیا بلکہ صدر کو مناسب کارروائی کرنے کا مجاز گردانا۔ ہم مجلس کے صدر کو یہ مشورہ دیں گے کہ وہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ان ہندو کارکنوں سے ایک بار تبادلہ خیال کریں جنہوں نے مشترکہ بیان پر دستخط کئے تھے۔ ہم بار بار ان ہندو پبلک کارکنوں کو اس امر کی جانب توجہ دلا چکے ہیں کہ مشترکہ بیان کی پابندی نہیں کی جا رہی ہے لیکن ہماری اس توجہ دہانی کا جواب ہمیشہ بے اعتنائی سے دیا گیا۔ مشترکہ بیان میں کہا گیا تھا کہ اس نازک موقع پر سیاسی سرگرمیاں جاری نہ رکھی جائیں اور جوابی حملے سے بچاؤ اور شہری [illegible] کے لئے فرقہ واری بنیادوں پر رضاکاروں کی تنظیم نہ کی جائے مگر ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ سیاسی سرگرمیاں اپنی پوری اشتعال انگیزی کے ساتھ برابر جاری ہیں اور فرقہ واری بنیادوں پر رضاکاروں کی برابر تنظیم ہو رہی ہے۔ ہمیں توقع تھی کہ مشترکہ بیان پر دستخط کرنے والے پبلک کارکن اس کو روکنے کی کوشش کریں گے مگر انہوں نے سکوت ہی کو بہتر تصور کیا۔ ہمارے خیال میں اس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ ان ہندو پبلک کارکنوں کا جنہوں نے مشترکہ بیان پر دستخط کئے تھے اپنی جماعت میں کوئی اثر نہیں ہے یا اگر کوئی اثر ہے تو وہ کسی مصلحت کی بنا پر خاموش رہنا بہتر سمجھتے ہیں۔ اس امر کی [illegible] گزشتہ [illegible] کی صدارت میں ہندو پبلک کارکنوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں مشترکہ کمیٹی کی مخالفت بھی کی گئی اور یہ بھی کہا گیا کہ شہری بچاؤ کے لئے غیر فرقہ واری، غیر سیاسی اور غیر جماعتی اساس پر رضاکار جماعتوں کی تنظیم قائم کی جائے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جب رضاکاروں کی تربیت اور حکومت کی جانب سے تمام امور کے ساتھ تعاون عمل کرنے کے لئے ایک مشترکہ کمیٹی تشکیل دی گئی ہے تو اس کمیٹی سے ہٹ کر ہندو پبلک کارکنوں کا یہ تعصب کرنا کیا معنی رکھتا ہے کہ رضاکار جماعتوں کی تنظیم علیحدہ طور پر بھی کی جائے۔ اگر رضاکاروں کی تنظیم کرنی ہو تو ہندو مسلم کارکنوں کو مل کر کرنی چاہئے۔ ورنہ مشترکہ کمیٹی کو قائم رکھ کر علیحدہ تنظیم کرنا خواہ وہ بظاہر غیر فرقہ واری اور غیر سیاسی کیوں نہ ہو یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہوا کا رخ کیا ہے۔ ہندو پبلک کارکنوں کے اس جلسہ میں مشترکہ کمیٹی [illegible] مسٹر [illegible] راؤ اور پنڈت راما چاری اور دوسرے کارکن بھی شریک تھے جنہوں نے مشترکہ بیان پر دستخط کئے تھے۔ ان کارکنوں کا یہ فرض تھا کہ مشترکہ کمیٹی کے تصفیہ پر قائم رہتے اور ایسی علیحدگی پسند تحریک کی مخالفت کرتے مگر اخباری اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی ایسی تحریک سے اتفاق کیا جو مشترکہ کمیٹی کے مقاصد کے منافی ہے۔ ان واقعات کی روشنی میں ایک معاصر کا یہ کہنا کہ امن ہم کو عزیز ہے اور اس کے معنی ہندو مسلم تعلقات میں خوشگواری کے ہیں اور ہر شہری اور ہر ادارہ کا یہ فرض ہے کہ اس خوشگواری کو مستحکم کرے اور قائم رکھے۔ خواہ اس کے سیاسی خیالات کچھ بھی ہوں مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ امن شوری کے اسباب پیدا کر کے یا ان کی حمایت کر کے اور تمام امن کا راگ الاپنا یا تو خود فریبی ہے یا عوام فریبی

جمہور کا زمانہ

از

جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب پرنسپل جامعہ ملیہ دہلی

آدمی نے اس دنیا میں جب سے قدم رکھا ہے پیٹ کی چاکری سے فرصت کبھی نہیں ملی۔ اس کی خاطر ہمیشہ طرح طرح کے جتن کرنے پڑے ہیں۔ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ اسی جتن کرنے سے اس کی زندگی کا کوئی خاص رنگ بنتا ہے اسی سے اس کی سماج کا کوئی خاص ڈھنگ قائم ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ اسے نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ زندگی کی شکل آدمی کے خیالوں سے بنتی ہے۔ اس کے ارادوں اور آرزوؤں سے بنتی ہے۔ یہ پیٹ کی فکر کب ہے۔ زندگی آتا ہے۔ وہ فکر روزگار سے فرصت کر او نچ دوجہ دیتے ہیں۔ لیکن پیٹ بھی فکر روزگار سے آزاد کرنا ہے۔ یہ پیٹ کا چکر، یہ رہنا سہنا، یہ کھانا پینا، خادم ہو کر آقا سب … ہیں اس کے چکر میں سب۔ ہاں اس کا اندازہ کبھی کچھ ہوتا ہے کبھی کچھ۔ اور اس میں عام انسانوں کے میلانوں، ان کے ارادوں، ان کی عادتوں، ان کی فکروں اور بے فکریوں، ان کی طبیعت کے جمود اور ان کے مزاج کی تبدیلیوں کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

مثلاً دنیا کی تاریخ میں چند آخری صدیوں کو پیچھے چھوڑ دیجئے اور سرمایہ داری سے پہلے کے دور پر نظر ڈالئے تو آدمی کی ساری معاشی زندگی میں باوجود اس کی رنگا رنگی کے ایک بات برابر نظر آتی ہے وہ یہ کہ آدمی ابھی تک قدرتی آدمی ہے۔ ایسا جیسا کہ خدا نے اسے بنایا تھا۔ ابھی اپنے کو اپنے سر پر نہیں سوار کیا۔ نہ دونوں ہاتھوں سے دولت … بلکہ اپنے پیروں پر جم کر کھڑا ہوتا ہے۔ اور ابھی زمین سے چلتا پھرتا ہے۔ بے شک یہ بھی پیٹ کے چکر میں لگا ہوا ہے۔ مگر اس چکر کا مرکز ابھی یہ خود ہی ہے۔ اس کے معاشی کار گزاری کا تعلق ابھی اسی کی ضرورتوں اور احتیاجوں سے ہے۔ کوئی پوچھے کہ احتیاج کی حد کیا۔ سو یہ قدرتی انسان اسی کی حد بھی یوں مقرر کرتا ہے کہ ہر فرد ان احتیاجات کا تعین نہیں کرتا بلکہ زمانے کے ساتھ وہ گروہ کرتا ہے جس میں اسے شامل ہونا ہے۔ بس ہم پیشہ لوگوں کی طرح زندگی گزر جائے یہی اس کا ارمان ہے۔ بے شک مختلف گروہوں کا طور طریقہ رہن سہن الگ الگ ہے۔ امیر کا اور ہے، اور شریف کا اور، تاجر کا اور، دستکار کا اور، کسان کا اور۔ مگر سب کو اپنے اپنے گروہ کا معیار پیارا ہے۔ جسے اس سے زیادہ کا لالچ ہو وہ عام طور پر کاروبار کو اس کے لئے کام میں نہیں لاتا۔ اس خاطر دولت کی تلاش کاروبار سے باہر کی جاتی ہے۔ کوئی گڑے خزانوں کی کھوج میں لگ جاتا ہے۔ کوئی جادو، منتر، اعداد و وظائف کی مدد سے دولت پانے کی راہیں نکالتا ہے۔ کوئی کیمیا بنانے لگتا ہے۔ کاروبار سے بس وہی حیثیت کے مطابق زندگی گزارنا مقصود رہے۔ کام چونکہ بس اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہے اس لئے حساب کتاب کا بھی کچھ بہت زور نہیں۔ بس تقریباً کام چل جاتا ہے۔ کام کی رفتار بھی کچھ بہت اونچی نہیں۔ مزے مزے میں آہستہ آہستہ جو ہوتا ہے … کام شیطان کا … اور بھی۔ کام چونکہ شخصیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس نے شخصی تجربہ اور روایت پر بنا ہے۔ جیسے اوروں کو کرتے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح کرتے ہیں جیسا بزرگوں سے ہوتا چلا آیا ہے، ویسا ہی برابر ہوتا ہے۔ نہیں کہ ضرورت بے ضرورت عقل پر زور دے دے کر نئی نئی تدبیریں سوچی جائیں۔ زندگی باوجود ساری تبدیلیوں کے ابھی تک قدرتی انسانی زندگی ہے۔ بے چل، بے رفتار، پر سکون۔

لیکن انسانی دنیا میں اگر ساحل کا سا سکون ممکن ہے تو سمندر کا سا طوفان بھی اس میں آ سکتا ہے۔ نہ جانے کیا کیا اسباب تھے کہ معاشی زندگی کا یہ سکون بے کلی میں بدلا۔ جماعت ٹوٹی۔ اور فرد فرد ہو گئی۔ ضرورت کی جگہ نفع کا بھوت انسان کے سر پر سوار ہو گیا۔ چنگاریاں تو غالباً پہلے سے موجود ہوں گی۔ مگر نہ جانے کیا ہوا کہ یہ بھڑک اٹھیں۔ روپے کا لالچ، خاص روپے کی آرزو، حوصلہ مندی، نئی نئی ایجادوں کا ذوق، حساب کتاب کا زور، عقل کی فرمانروائی، سب نے مل کر وہ ذہنیت عام کر دی جس نے سرمایہ داری کے نفع پرست نظام کی بنا ڈالی۔ اور اسے دیکھتے دیکھتے مغربی دنیا پر مسلط کر دیا۔ روایت کی جگہ عقل نے لی۔ صنعت میں عقل ہی اور کام کرنے کے طریقوں میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ نئی نئی کلیں، نئے نئے اسلوب کار ایجاد ہوئے۔ … فطرت چونکہ اسی قانونوں کی پابند ہے اس پر وقت اور جگہ کی جو پابندیاں ہیں وہ اس نئی … صنعت پر گراں گزریں تو اس نے بیل، اونٹ اور گھوڑے کی جگہ بھاپ اور بجلی سے کام لیا۔ لکڑی گئی۔ کوئلہ اور لوہا آیا۔ … کے تیل کی جگہ مٹی کے تیل نے لی۔ … کی جگہ … نکلنے لگے۔ جہاں تک ہو سکا اس صنعت نے زندگی کو جیتی جاگتی چیزوں سے رشتہ جوڑا۔ نفع طلبی کی ذہنیت اور اس انقلابی … صنعت نے مل کر دنیا کی کایا پلٹ دی۔ لاکھوں کروڑوں برس کی پونجی جو دنیا نے اپنے سینے میں چھپا رکھی تھی وہ اس نے کھود نکالی اور ساری دنیا میں بکھیر دی۔ آدمیوں کی تعداد میں اتنا اضافہ ہوا کہ یقین نہیں آتا۔ تجارت کو وہ فروغ ہوا کہ عقل حیران ہے۔ پہاڑ کے سمندر نپ گئے، ہوا پر قبضہ جم گیا۔ نفع کمانے کے لئے جس … سے تریاق بیچا گیا اسی سے زہر بیچے۔ بیماروں کو تندرست بنانے کا سامان بنا، اسی طرح تندرستوں کو مارنے کے لئے اسلحہ۔ پھر اس خیال سے کہیں انسانیت کو اپنے اس جنون کا احساس نہ ہو جائے علم نے تمدن کے اس بحران کا ساتھ دیا اور تھپکی دی کہ جس طرح عالم افلاک میں سیارے اپنی راہ پر … چلتے ہیں اور کوئی کسی سے ٹکراتا نہیں اسی طرح انسانوں پر سے سب پابندیاں اٹھ جائیں، اور سب اپنے اپنے نفع اور اپنی اپنی غرض کے پیچھے ہوں تو سب کی اس انفرادی خود غرضی سے ہی کل جماعت کی صلاح کا سامان ہو جائے گا۔ بے روک ٹوک … انسان کی … اس تمدنی ہم آہنگی … ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اسے اپنے اپنے نفع کی کوشش … امیر اور غریب سب جماعتی بہبود سے بے فکر ہو گئے۔ اور سب نے اپنے بس بھر معاشی زندگی کے اس قمار خانے میں اپنی اپنی بازی لگائی۔

مگر یہ صورت زیادہ دن کیسے چل سکتی تھی جس نے کچھ کھویا اسی کو ہوش آیا۔ عوام کو جلد ہی اس کی خرابیاں بھی دکھائی دینے لگیں۔ ترقی کے ساتھ ہلاکت نے بھی اپنا ساتھ دکھایا۔ اور اس ہم آہنگی میں مخالفتوں کی دڑاڑیں بھی سنائی دینے لگیں۔ انیسویں صدی کے وسط تک یہ خیال عام ہو چلا تھا کہ سرمایہ داری کا یہ نظام اگر اسی طرح بے روک ٹوک اپنی تباہ کاریاں جاری رکھے گا تو قیامت ہو جائے گی۔ نفع طلبی کے چکر میں پھنستے تو پہلے ہی سب قسم کے لوگ تھے مگر ہوتے ہوتے سرمایہ داروں اور مزدوروں کی دو الگ الگ صفیں ہو گئیں۔ پیداوار کا سارا سامان چند سرمایہ داروں کے ہاتھ میں جمع ہو گیا۔ کم سرمایہ کے کاروبار برباد ہو گئے اور خود مختار دستکار اور کسان بڑے سرمایہ داروں کے دست نگر ہو گئے۔ مختار تھوڑے سے رہ گئے، مجبور بے شمار ہو گئے۔ سستی مزدوری کے لئے عورتیں اور بچے بھی مشینوں پر لگائے گئے۔ گھر ٹوٹے، عزیز چھوٹے، بے خانماں لاکھوں آدمیوں کے ہجوم کے ہجوم … یہ تو مصیبتیں تھیں ہی، اس عقل و فراست کے نظام کی بے عقلیاں بھی سامنے آنے لگیں۔ بازاروں کا چڑھنا اترنا، تجارتی بحرانوں کا تھوڑے تھوڑے عرصے بعد رونما ہونا، امیر اور غریب دونوں کی معاشی بنیادوں کو ہلا دیتا تھا۔ کاروبار کی دنیا گھڑی میں اجڑتی اور پھر نئے سرے سے بستی تھی۔ ان عیبوں پر نظر پڑی تو عوام نے اصلاح کی تدبیریں بھی شروع کیں۔ مزدوروں کی انجمنیں بنیں کہ وہ سرمایہ دار کے مقابلے میں بے بس نہ ہوں۔ امداد باہمی کی تحریک اٹھی اور اس نے بہت مفید کام انجام دئے۔ لیکن یہ سب جزوی تحریکیں تھیں۔ پورا مقابلہ نہ کر سکتی تھیں۔ کل مرض کے علاج کے طور پر اشتراکیت کا نسخہ تجویز ہوا۔ شروع میں خلوص و تبلیغ سے خیالات کے سدھار کی تدبیر ہوئی۔ "مگر عقل ہے"۔ لاتوں کے بھوت باتوں سے کب مانتے ہیں۔ ہوتے ہوتے اس تحریک نے … کے زیر اثر امیر و غریب، مزدور و سرمایہ دار کے بیچ بیر باندھ دئے۔ یہ تحریک چلی تو سب ملکوں میں لیکن بڑے پیمانے پر عمل کا موقع اسے انقلاب کے بعد روس میں ملا۔ اس تجربے کی خوبیوں اور خرابیوں کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ یہاں صرف اتنا جتانا ہے کہ سرمایہ داری نظام سے عوام کی بیزاری نے ایک بہت بڑے ملک میں ایک دوسرے نظام کی بنیاد ڈال دی۔ اس عملی تجربے کے نتائج کا صحیح اندازہ تو موافقوں اور مخالفوں کے جھگڑے کی وجہ سے ذرا دشوار ہے مگر ایک بات تو صاف سامنے ہے کہ اس نظام کے ماتحت بیس سال سے کم میں روس نے اپنے کو ایسا بنا لیا کہ آج جرمنی کی مہیب قوت کا نہایت بہادری سے مقابلہ کر رہا ہے۔ جرمنی کی بڑھتی ہوئی فوجوں کے سامنے یہ قوم جس طرح آہنی دیوار بن کر سینہ سپر ہوئی ہے جس طرح اس … کے اندر ایک نیا ولولہ اور نیا رنگ پیدا ہوا ہے، جس طرح وہ بیس سال سے بے روزگاری کی لعنت سے محفوظ ہیں جس طرح آج بھی وہاں فاقے کی نوبت نہیں آ سکتی، جس طرح ایک ابتدائی معاشی حالت سے اس نے اپنے کو زیادہ سے زیادہ ترقی یافتہ صنعتی ملکوں کا ہمسر بنا لیا، ان سب باتوں سے کم سے کم یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کرنے کا اگر کوئی ڈھنگ ہے تو بس ایک ہی اسلوب سرمایہ داری نہیں ہے بلکہ اگر کوئی جماعت اپنی ضروریات فراہم کرنے کے عمل پر … کر سکتی ہے۔

بقیہ صفحہ …

پبلک کارکنون کے مشاغل

ہندو سوشلسٹ سیوک سنگھ کی جانب سے جو تعلیمی جماعت قائم ہے اس کا مسٹر نیلکنٹھ راؤ یوردکاؤں کر اور پنڈت گیا پال راؤ ایڈوکیٹ نے معاینہ کیا۔ اور کارکنون سے تبادلہ خیالات کئے۔

اسٹیٹ کانگریس آندھرا مہاراشٹرا اور کرناٹک کانفرنس اور دیگر پبلک ادارہ جات کے کارکنون کا ایک جلسہ پانڈورنگ راؤ جتا جوشی کے مکان پر منعقد ہوا۔ جلسکی صدارت سوامی رامانند تیرتھ نے کی۔ اس جلسہ میں طے کیا گیا کہ ضلع کانفرنسیں چونکہ اسکیم اصلاحات کے ایک حصہ کی تکمیل میں منعقد کی جارہی ہیں اس لئے ان کانفرنسوں میں کوئی حصہ نہ لیا جائے۔ نیز مشاورتی کمیٹیوں میں بھی پبلک کارکنون کو حصہ نہ لینا چاہئے۔ یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ شہری دیہاتی کونسل تشکیل دی جائے جس میں عوام کے ایسے نمائندے شریک کئے جائیں جو پبلک اعتماد کے حامل ہوں۔ نیز عارضی طور پر ریفارمس کے جو ادارے غیر ذمہ داری اور غیر سیاسی طرز پر تشکیل پائیں حکومت اُن کے ساتھ تعاون نہ کیا کرے۔

آندھرا خواتین کانفرنس کا اجلاس بیگم مسز رنگماں ریڈی کی صدارت میں ماہ اکتوبر سے بمقام دیورکنڈہ منعقد ہوگا

کرناٹک کانفرنس متعلقہ گنگاوتی کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ گذشتہ ہفتہ منعقد ہوا جس میں طے کیا گیا کہ ضلع کانفرنسوں اور دستوری مشاورتی کمیٹیوں کی نسبت مرکزی انجمنوں کی پالیسی اختیار کی جائے۔

ریاست حیدرآباد کی کل مہاراشٹرا پسماندہ اقوام کانفرنس کا اجلاس بصدارت مسٹر بی یم ابشام منعقد ہوکر بمقام پربھنی منعقد ہوگا۔

ہندو مہاجن منڈل کے ایک جلسہ عام میں تین قرار دادیں منظور کی گئیں۔ پہلی قرار داد میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ دستوری اصلاحات فوراً نافذ کئے جائیں اور شہری آزادیاں عطا کی جائیں، اور یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ ضلع کانفرنسوں میں ہندو اپنی شخصی حیثیت سے شریک ہوسکتے ہیں۔

پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ نے کشور مورل ہائی اسکول کو ایک ہزار روپیہ عطیہ دیا۔

یکم جون کو آریہ پرتی ندھی سبھا حیدرآباد کا ایک جلسہ پنڈت نرائن داس کی صدارت میں منعقد ہوگا۔

اسٹیٹ مہاراشٹرا کانفرنس کا ایک جلسہ یکم جون کو زیر صدارت مسٹر نارائن راؤ چوان بمقام ہنگولی منعقد ہوگا۔

مجلس اتحاد المسلمین کی مجلس شوریٰ کا ایک جلسہ ہوا جس میں دو اہم قرار دادیں منظور کی گئیں۔ پہلی قرارداد میں اس ایقان کا اظہار کیا گیا ہے کہ ضلع کانفرنسوں کو مسلمان اور ملک کے تمام محب وطن اور سنجیدہ طبقات کا تعاون حاصل ہوگا۔ دوسری قرارداد میں یہ طے کیا گیا ہے کہ چونکہ ہندو ادارے باوجود معاہدہ اپنی سیاسی سرگرمیوں کو بند نہیں کر رہے ہیں اس لئے مجلس کے صدر کو مجاز گردانا جاتا ہے کہ وہ حالات موجودہ کے پیش نظر مناسب اور مؤثر کارروائی اختیار کریں

مجلس اتحاد المسلمین عثمان آباد کا سالانہ جلسہ ماہ تیر سے شروع ہو رہا ہے جس کی صدارت مولوی ابوالحسن سید علی صاحب ایڈوکیٹ کریں گے۔ نواب بہادر یار جنگ بہادر جلسہ کی افتتاحی رسم انجام دیں گے۔

معتمد صاحب مجلس اتحاد المسلمین ضلع نلگنڈہ کا دورہ کر رہے ہیں۔

ہند سیول لبرٹیز یونین کی بے لگامی

وائسرائے بہادر کے پاس وفد لے جانے اور مہاسبھا سے مدد لینے کی دھمکی

ہند سیول لبرٹیز یونین نے اپنے ایک جلسہ میں جو ۲۶ مئی کو منعقد ہوا تھا حسب ذیل قرار دادیں منظور کیں۔

(۱) ہند سیول لبرٹیز یونین اواخر اکتوبر سنہ ۱۹۳۸ء سے حکومت سرکار عالی سے یہ درخواست کرتی رہی ہے کہ وہ رعایا کو کامل شہری آزادیاں عطا کرے۔ چونکہ ہماری یہ درخواستیں منظور نہیں کی گئیں اس لئے یونین حکومت سے استدعا کرتی ہے کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے اور شہری آزادیاں عطا کرے اور ویدمرم ومن ناٹک آگینای کا جلوس نکالنے کی بھی اجازت دے۔

(۲) یونین یہ طے کرتی ہے کہ اگر حکومت سرکار عالی یہ درخواست ۱۵ اگسٹ سنہ ۱۹۳۹ء تک منظور نہ کرے تو کوشش کی جائے گی کہ وائسرائے بہادر کی خدمت میں ایک وفد روانہ کیا جائے اور یونین کی شکایتیں ان کے آگے پیش کی جائیں۔

(۳) یونین یہ بھی طے کرتی ہے کہ وہ بیرسٹر ساورکر صدر کل ہند مہاسبھا، ڈاکٹر مونجے، ڈاکٹر بابا صاحب کھپرڈے، مسٹر این سی چٹرجی اور ڈاکٹر گوکل چند نارنگ سے اس معاملہ میں مدد حاصل کرنے کی درخواست کریں۔

(۴) یونین یہ طے کرتی ہے کہ یونین کے ارکان ہندو مہاسبھا کے لیڈروں کے ساتھ بشرطیکہ بین الاقوامی صورت حال اجازت دے۔ برطانوی ہند کے صوبوں کا دورہ کریں اور وہاں کے عوام کو حیدرآباد کے ہندوؤں کی حالت سے آگاہ کریں اور اس طرح ان کی حمایت و تائید حاصل کریں

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بیگم چیمہ کے برقی گروں پر جو غلاف چڑھائے گئے تھے وہ سرخ کر دیئے گئے۔ (دکن نیوز)

"سرخ کاری" کا پہلا نتیجہ۔ دیکھنا یہ ہے کہ قمقموں اور برقی ہنڈوں کی باری کب آتی ہے۔

"اتحاد کے حصول کی خاطر غالب مسلم آبادیوں کے لئے خود ارادیت کے اصول کو تسلیم کر لینا چاہئے اور انہیں علحدگی کا حق دینا چاہئے اگر وہ اس کی خواہش کریں۔ اگر ہم نے اس کو ایک بار تسلیم کر لیا تو ہم عبوری حکومت کی تشکیل میں مسلم لیگ کا تعاون حاصل کر سکتے ہیں اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ممکنہ موثر ذرائع اختیار کر سکتے ہیں۔ یہ گاندھی جی کی خواہش ہے اور متحدہ ہندوستان کے امکان کو ثابت کرنے کا یہی موقع ہے۔ جنگ کے بعد بحث مجلس، دلائل اور ترغیب کے باوجود اگر مسلمان علحدگی پر اڑے رہیں تو ان کو ایسا کرنے کی آزادی حاصل رہے گی"۔ (راج گوپال چاری)

مسٹر راج گوپال چاری کی اس تقریر کو پڑھ کر ہمارے ایک شاعر مزاج دوست کہنے لگے ؎

بتکدہ میں عشق رہنما مراد شوار ہے
بت تو اپنے ہیں۔ برہمن در پے آزار ہے

"اخبار پرتاب" لاہور پر حکومت پنجاب نے چند قیود عائد کئے تھے جس پر پنڈت جواہر لال نہرو آپے سے باہر ہو گئے اور فرمانے لگے کہ:۔

"ایسا حکم حکومت پنجاب کا وحشت زدہ
اور کاٹ کا دماغ ہی دے سکتا تھا ایسے
افراد کی حکومت کو برداشت کرنا عجیب زمانہ ہوگیا
ہے جن میں رتی برابر سمجھ اور اہلیت نہیں ہے"

پنڈت نہرو ہمیشہ یہ شور مچاتے رہتے ہیں کہ عوام کی حکومت عوام کے نمائندوں کے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔ شاید پنڈت جی کو یاد نہیں رہا کہ حکومت پنجاب کے ارکان عوام ہی کے منتخبہ اور مسلمہ نمائندے ہیں۔ بہر حال ہم پنڈت جی کے مشکور ہیں کہ انہوں نے آج دنیا پر حقیقت آشکار کر دی کہ عوام کے منتخبہ اور مسلمہ نمائندوں کے دماغ کاٹ کے ہوتے ہیں اور ان میں رتی برابر سمجھ اور اہلیت نہیں ہوتی۔ پنڈت جی جمہوریت پسند اور جمہوریت کے راز داں ہیں ان کی رائے کو بھلا کون مسترد کر سکتا ہے؟

"ایک ایسے کام میں جس کا تعلق ۹۹ فی صدی عوام سے ہے جو انگریزی زبان کا ایک حرف بھی نہیں جانتے انگریزی زبان کے ساتھ اسے۔ آر۔ پی کے ارباب حل و عقد کی یہ وابستگی حد درجہ ناقابل فہم ہے۔ اگر ان مظاہروں کا مقصد یہ ہے کہ عوام کو ہوائی حملوں کے خطرات اور احتیاطی طریقوں کا علم ہو تو ان ہزاروں باشندوں کے ساتھ جو ان مظاہروں کو دیکھنے کے لئے جمع ہوتے ہیں یہ ایک افسوسناک مذاق ہے کہ وہ بھیڑ بکریوں کی طرح کھڑے رکھے جائیں اور تماشہ دیکھیں کہ کیا ہو رہا ہے"۔ (پیام)

یہ کس نے کہا کہ ان مظاہروں کا مقصد عوام کو احتیاطی تدابیر سکھانا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو کیا عوام کے نام ہو وہ دعوتی کارڈ جاری نہ کئے جاتے جن کو دیکھتے ہی یہ گمان ہوتا ہے کہ کسی شاندار پیمانہ پر عصرانہ ترتیب دیا گیا ہے۔ اگر عوام ناخواندہ مہمانوں کی طرح جمع ہو جائیں تو اس بد ذوقی کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ انگریزی زبان کے استعمال پر اعتراض کرنا ایک بے محل سی بات ہے۔ اگر ہوائی حملوں سے بچاؤ کے دیسی طریقے اختیار کئے جاتے تو زبان بھی دیسی استعمال کی جاتی۔

اتنی سی بات تھی اُسے افسانہ کر دیا

"جہاں تک ہمارے ذرائع معلومات ہم کو مدد دیتے ہیں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسٹر اشا فوزدہ گراس کی آمد کے وقت ہندو پرجا منڈل نے جو یادداشت روانہ کی تھی اس کا نہ تو آریہ سماج نے ساتھ دیا اور نہ کسی اور ہندو ادارے نے"۔ (رعیت)

اور جہاں تک ہمارے ذرائع معلومات ہم کو مدد دیتے ہیں ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ معاصر "رعیت" نے پرجا منڈل کی یادداشت کے متعلق سکوت اختیار کرنا اپنے مسلک کے خلاف تصور کیا اور صدائے احتجاج بلند کرنا اپنا فرض سمجھا۔ مگر افسوس ہے کہ یہ احتجاج "رعیت" کی جس اشاعت میں شائع ہوا ہے وہ ہمیں دستیاب نہیں ہو رہا ہے ورنہ ہم اس کے اقتباسات شائع کر کے بتلاتے کہ جب کبھی کوئی ادارہ بیرونی مداخلت کو دعوت دیتا ہے یا جھوٹا اور بے بنیاد پروپگنڈہ کرتا ہے تو ہمارے معاصر کا دل کس طرح بے چین ہو جاتا ہے۔ سکوت اور چشم پوشی ہمارے معاصر کے مسلک میں گناہ عظیم ہے۔ چنانچہ جب پرجا منڈل نے وائسرائے بہادر کی خدمت میں مسٹر ایمنے کے پاس اور مسٹر ہارس گگ کے آگے یادداشتیں پیش کی تھیں تو معاصر موصوف نے ایک ہفتے تک برت رکھا تھا۔ احتجاج کا یہ خاموش طریقہ ضرور موثر ثابت ہوا ہوگا اور پرجا منڈل کو یقیناً اخلاقی شکست ہوئی ہوگی۔

ایک اخباری اطلاع ہے کہ حیدرآباد میں یوم اقبال منانے کے لئے انتظامات عمل میں لائے جا رہے ہیں اور ہندوستان کے مشاہیر کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔

کیا جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے مشاہیر ہند کے آنے کی خبر شائع کر کے لوگوں کو شرکت کی ترغیب دینا ضروری ہے؟ مشاہیر کا نام لے کر جلسوں کی تشہیر کرنا ایک عرصے سے حیدرآباد میں ایک دستور ہو گیا ہے۔ کیا مشاہیر دکن کی موجودگی جلسوں کی رونق (بڑھانے) کے لئے کافی نہیں جب کہ ان جلسوں کا مقصد صرف گرمیٔ محفل ہے؟

صوبۂ بہار میں اہم سیاسی جماعتوں میں اتحاد قائم کرنے کی غرض سے کانگریس، مسلم لیگ، اور مہاسبھا ان سب نے محسوس کر لیا ہے کہ اس مشترکہ خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے جو اس وقت ملک کو لاحق ہو رہا ہے داخلی امن کی ضرورت ہے اور امن کی بحالی اور امن کے قیام کے لئے ایک مشترکہ پروگرام اختیار کرنا ضروری ہے۔

(ایک خبر)

اگر صوبہ بہار میں ——— جو ہندوستان کے مشرقی ساحل پر واقع ہے ——— اسی طرح مشترکہ پروگرام اختیار کیا گیا جس طرح کہ حیدرآباد کی ہندو مسلم مشترکہ کمیٹی نے اختیار کیا ہے تو پھر بہار کا خدا ہی حافظ ہے۔

معاصر "مشیر دکن" نے "مملکت کی غلط فہمیاں" کے عنوان سے ایک اداریہ سپرد قلم کیا ہے جس میں حسب ذیل انکشافات کئے گئے ہیں۔

(۱) عہدہ داران سررشتہ جات کے لئے ملکی زبانوں کا جاننا ضروری ہے (۲) رسالہ معلومات زراعت تلنگی، مرہٹی اور کنڑی میں بھی شائع ہوتا ہے (۳) رسالہ گاؤں سدھار کی اشاعت تینوں مقامی زبانوں میں ہوتی ہے۔ (۴) نشر گاہ دکن ان دنوں کے لئے علحدہ مرہٹی زبان میں پروگرام نشر کیا جاتا ہے۔ (۵) تلنگی اور مرہٹی کے علحدہ علحدہ مستقل نشر گاہیں قائم کرنے کی منظوری حاصل ہو چکی ہے (۶) دستوری اصلاحات کی رو سے مقننہ میں ملکی زبانوں میں تقریر کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے (۷) ضلع کونسلوں میں ممبروں کو مقامی زبانوں میں سوال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

اس کے باوجود پرجا منڈل یہ شور مچا رہی ہے کہ حیدرآباد میں مقامی زبانوں کا خون اور ہندو تہذیب کا گلا گھونٹا جا رہا ہے اور معاصر "مشیر" پرجا منڈل کی دروغ بیانی اور بے سروپا الزام تراشی پر سکوت اختیار کرنا عین سیاست تصور کرتا ہے۔

چند گزشتہ جاگیرداروں کے ایک وفد نے نواب شوکت جنگ بہادر کی قیادت میں نواب صدر اعظم بہادر سے ملاقات کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نواب شوکت جنگ بہادر نے جاگیرداروں کے مسائل کی نہایت قابلیت کے ساتھ وضاحت کی اور جاگیرداروں کے مطالبات کی بہترین نمائندگی کی۔ ارباب فکر کا خیال ہے کہ اب جاگیرداروں کے دن پھر جائیں گے۔

ہندو مسلم ہم آہنگی

تقریر نواب میر اکبر علیخان صاحب بیرسٹر جو نشر گاہ حیدرآباد سے نشر کی گئی

تحریک اسی کو یہ ایک مبارک اقدام ہے اس لیے فرزندانِ وطن ہم آہنگی پر تقریر کرنے کے لئے ملک کے مختلف مکتب خیال کے خدمت گذاروں کو دعوت دی ہے حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے مسائل میں متعدد وجوہ سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے مسئلہ کو اولیت کا درجہ حاصل ہے بحال سیاسی نقطۂ نظر ایک گھر یا ایک محلہ یا ایک شہر کے بسنے والوں میں اگر اتحاد و محبت نہ ہو یا کم از کم ایک دوسرے کی پاسداری نہ ہو تو ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اس گھر یا اس محلہ یا اس شہر کا کیا حشر ہوگا۔ انسان بلحاظ اپنی فطرت اور بلحاظ اپنی ضروریات کے ایک دوسرے کی مدد کا محتاج ہے اور یہ ضرورت اسی وقت مکمل ہو سکتی ہے جبکہ اس احتیاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے خوشدلی کے تعلقات قائم کریں چنانچہ جہاں بھی یہ خوشدلی کا عنصر غائب ہو خواہ وہ اختلاف ناواقفیت کی بنا پر ہو یا بظاہر مقاصد کے اختلاف کی بنیاد پر وہ بالآخر انتشار کا ہی باعث ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اگر عالمگیر جنگ کی بنیادی وجہ تلاش کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی اصل بنیاد بے اعتمادی ہے جو مختلف ممالک و اقوام میں پیدا ہو گئی ہے اور جس کے سبب اور جنگ کے تلخ نتائج ہمارے سامنے پیش آ رہے ہیں اگر اقوام و ممالک کے اختلافات نہ صرف ان کی ہلاکت کے باعث ہو سکتے ہیں بلکہ تمدن انسانی کو بھی برباد کر سکتے ہیں تو وہ اختلافات جو اندرون ملک یا کسی قوم میں پیدا ہو جائیں اس کے سفر الوقت نہ صرف اس ملک اور قوم کی مادی خرابی کے باعث ہوتے ہیں بلکہ ایسی اخلاقی کمزوریاں پیدا کر دیتی ہیں جو انتہائی افسوسناک ہوتی ہیں میری ناقص دانست میں کمزور اقوام کی پستی اور غلامی کی اگر وجہ تلاش کی جائے تو آپس کا نفاق ہی قرار پا سکتا ہے۔

اور اس کی تازہ ترین مثال وہ اختلاف ہیں جو ہندوستان کے دو اہم جماعتوں میں پایا جاتا ہے۔ میری دانست میں سر اسٹیفرڈ کرپس کے مشن کی ناکامی کے اور بھی وجوہ ہوں تاہم ایک اہم اور بنیادی وجہ آپس کی بے اعتمادی ہے اس بے اعتمادی نے ہندوستان کو بڑی مدد کیا ہے اور جب تک یہ رفع نہ ہو گی اس ملک کا سنبھلنا بے حد دشوار بلکہ ناممکن نظر آتا ہے اس خصوص میں ملک کے ہر [illegible] اور ہندوستان کے اصحاب فکر کے سامنے [illegible] کوشش کریں کہ آپس میں بے اعتمادی کو دور کرنے کی ایک جانب مخلصانہ کوشش کی گئی ہے۔ اور ہندو مسلم نمائندوں کی تعداد ہر صوبہ اور مرکز میں مساوی رکھی گئی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ آنجہانی سر [illegible] صاحب نہ صرف ہندوستان کے ممتاز اور باوقار قانون دان تھے بلکہ سابق صدر کانگریس کے ایک ممتاز سیاسی [illegible] تھے ملک کی ایک [illegible] محب وطن تھے [illegible]

انگلیوں پر گنے جاتے ہیں مجھ کو یہ کہنا ہے کہ صاحب [illegible] نے یہ اسکیم میرے سپرد کی تھی اس اسکیم کے متعلق مجھ کو ہندوستان کے [illegible] خیالات کا موقع حاصل رہا لیکن مجھ کو اس کا ضرور افسوس ہے کہ اس اسکیم کے آگے بڑھانے میں مجھ کو جس زیادہ توقعات کانگریس کے زعماء کے ساتھ وابستہ تھیں لیکن کسی نہ کسی وجہ سے اس خصوص میں ان کی کامل توجہ حاصل نہ ہو سکی ممکن ہے کہ اس وقت کے حالات اس کے مقتضی نہ ہوں کہ اس اسکیم پر پوری توجہ کی جاتی لیکن مجھ کو توقع ہے کہ ہندوستانی زعماء خاص ملک اس پر نہایت ہی دل سے مکرر غور فرمائیں گے تاکہ آپس کی بے اعتمادی کو دور کرنے اور اتحاد و اتفاق کی مضبوط بنیاد قائم کرنے کا موقع ہاتھ آئے میں بڑی حد تک جناب کے۔ ایف۔ نریمان صاحب اور مسٹر حسن لال سیتلواڈ کے حالیہ بیانات سے متفق ہوں کہ اپنے وطن کی آزادی کے لئے دوسروں کو موردِ الزام قرار دینے کے بجائے اپنی کمزوریوں کے رفع کرنے کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے اور اس کا احساس صحیح پیدا کرنا چاہئے کہ ہماری آزادی کے راستہ میں کوئی چیز اس درجہ مزاحم نہیں ہے جتنا کہ آپس کی بے اعتمادی اگر دور کرنے کا مضبوط ارادہ کر لیا جائے تو پھر کوئی قوت ہم کو آزادی حاصل کرنے سے روک نہیں سکتی اور یہی وقت ہے کہ اس طرف ہم ہمہ تن متوجہ ہو جائیں۔ حال ہی میں جو تجویز شری راج گوپال چاری سابق وزیر اعظم مدراس نے مسلم لیگ کو دعوت دینے کے متعلق پیش کی ہے وہ ایک قابل تحسین اقدام ہے۔ ہر محب وطن کی یہی دلی تمنا ہے کہ راجہ جی وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوں اور ہندو مسلم مفاہمت کی کوئی فوری صورت نکل آئے میں راجہ جی اور مدراس کے وسیع [illegible] کانگریس کمیٹی کو اس اقدام پر مبارکباد دیتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ جن اصحاب نے مملکت سلطنت کے دور پر غائر نظر ڈالی ہے وہ آپس کے اتحاد و اتفاق اور قومی حکومت کے تصورات سے کبھی ناامید نہیں ہو سکتے اور وہ رواداری اور وسیع نظری جو [illegible] دور حکومت کی روح رواں تھی آج بھی پیدا ہو سکتی ہے اور اس کے لئے تمام فرقوں کی طرف سے مخلصانہ توجہ کی جانے کی ضرورت ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ وہ حالات جو اب ہند کو [illegible] ہیں حیدرآباد میں بڑی حد تک موجود ہیں میں اسے باور کرنے کے لئے قطعاً آمادہ نہیں ہوں کہ سلطنت آصفیہ کے ہندو مسلم باشندوں میں کوئی ایسی بے اعتمادی پیدا ہو گئی ہے جس کا ازالہ دشوار ہے۔ اس میں شک نہیں بعض حلقوں سے [illegible] خیالات [illegible] کئے جاتے ہیں [illegible] آصفیہ کی بنیاد [illegible]

ان غیر متوازن خیالات کا سارے ملک کی آبادی کے خیالات سے مقابلہ کرتے ہیں تو ہم پر بالکل یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ غیر متوازن خیالات کی حیثیت تو ایک محدود چند وقتی اور کمزور موجوں سے زیادہ نہیں ہے۔

حضرت آصف جاہ اول کی ان اول ہدایتوں کو پیش نظر رکھا جائے جو انہوں نے وصیت میں [illegible] ارشاد فرمائی ہیں اور ان پر عمل ہوتا رہے تو کوئی قوت سلطنت آصفیہ کی بنیاد کو ہلا نہیں سکتی۔ میرا یہ یقین کامل ہے کہ انصاف، رواداری، صداقت، ایثار [illegible] جب تک کسی حکومت میں یہ خصوصیات موجود ہیں دنیا کی کوئی قوت اس کو تباہ نہیں کر سکتی اور جب یہ خصوصیات غائب ہونے لگیں تو کوئی قوت تباہی و بربادی سے بچا نہیں سکتی حضرت آصف جاہ اول کی ہدایات میں ایک اہم ہدایت یہ بھی ہے کہ ہندو مسلم ایک دوسرے سے اتحاد و محبت کا برتاؤ کریں اور اپنے جانشینوں کو یہ ہدایت بھی کر دی کہ وہ بلا لحاظ امتیاز مذہب و ملت انصاف کریں چنانچہ اس کا عملی ثبوت حضرت مرحوم نے اس طرح دیا کہ جہاں مسلمان خاندانوں کی عزت و افتخار میں ان کی خدمات کی وجہ سے اضافہ کیا وہاں ہندو خاندان کے وفاداروں اور جاں نثاروں کے اعزاز میں بھی اسی طرح اضافہ فرمایا۔ اور ان ہدایات پر سلاطین آصفیہ نے کامل توجہ کے ساتھ عمل فرمایا۔

اس خصوص میں کہ سلاطین آصفیہ نے کس درجہ رواداری کو ملحوظ خاطر رکھا اور بلا لحاظ مذہب و ملت ہر اس رعایا کو جو اپنی وفاداری اور قابلیت سے اچھا خدمتگذار ثابت کر دیا عزت و افتخار بخشا سینکڑوں بلکہ ہزاروں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر چند خاندانوں کے نام گنائے جاتے ہیں۔ راجہ چندو لعل، راجہ راؤ رنبھا، راجہ ساگر مل، راجہ رائے رایان، ماجگان سنستان [illegible] وغیرہ جن کی بیش بہا خدمات سے حیدرآباد کے قدیم حالات کا ہر مطالعہ کرنے والا واقف ہے۔ کون حیدرآبادی ہے جو مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کے گوناگوں اوصاف کو بھول سکتا ہے اور کونسی تاریخ ہوگی جو ان الطاف خسروانہ کا اظہار نہ کرے گی جو مہاراجہ بہادر پر حضرت غفران مکان میر محبوب علی خاں اور حضرت آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ کے رہے ہیں۔ کیا حیدرآباد ان اصلاحات کو بھول سکتا ہے جو سلاطین آصفیہ نے رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے اپنے زمانہ حکومت میں کی ہیں کیا وہ رواداری بھولی جا سکتی ہے جس کے پیش نظر مساجد اور دیولوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کیا گیا۔ ہندو مذہب کے اغراض کی تکمیل میں جو مختلف طور پر امداد دی جاتی ہے کیا یہ حکمرانانِ سلطنت آصفیہ کی بے تعصبی کی دلیل نہیں ہے۔ کیا وہ مساعی جو بلا امتیاز مذہب و ملت وفاداری اور خدمت گذاری کے صلہ میں دی گئی ہیں روایات سلطنت آصفیہ کا پتہ نہیں دیتی ہیں کیا وہ واقعات بھلائے جا سکتے ہیں جب کہ مذہبی تقاریب میں ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے شریک رہتے تھے [illegible] کی موجودگی میں کیسے یہ ممکن ہے کہ اس سلطنت ابد مدت کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی ایسی خلیج پیدا ہو جس کا پاٹنا دشوار ہو [illegible] حیدرآباد کے ہندو اور مسلمانوں میں [illegible]

اور تو ان عقل مانی ہے کہ وہ ہمیں کے متحدہ دفعات کو ایک نسبت سمجھتے ہیں اور سلطنت آصفیہ کے ساتھ اپنی وابستگی برقرار رکھتے ہیں اور اپنے بادشاہ اور اپنے ملک کے لئے بلا امتیاز مذہب و ملت خدمتگذاری کو اپنا مقصد حیات تصور کرتے ہیں — اس امر کا اظہار خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ سب سے پہلے مجلس وضع قوانین میں ہندو مسلم مساوی نشست کی تجویز جناب راجہ بالمکند صاحب آنجہانی کی ہے جو قابل احترام بزرگ تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حیدرآباد کی ہندو رعایا کے حق میں انتہائی ناانصافی ہوگی اگر ان خیالات کو جو غیر شعوری طور پر یا عمداً بعض اوقات بعض انجمنوں کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں ہندو رعایا کے خیالات یا جذبات کا آئینہ دار تصور کیا جائے آج بھی ہندو رعایا ملک کی ویسی ہی وفادار ہے جیسے گذشتہ زمانہ میں رہی ہے۔ البتہ چند ہندو سربرآوردہ اشخاص کا فرض ہے کہ وہ نہ تو ایسے مسائل کی مذمت کیا کریں جو روایات دکن کے منافی بعض غیر ذمہ دار اشخاص یا انجمنوں کی طرف سے کی جاتی ہیں۔ سلطنت حیدرآباد کی ہم آہنگی کا تازہ ترین ثبوت یہ ہے کہ مشترکہ مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے پھر ایک مرتبہ تمام ہندو حضرات یک دل ہیں اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جاتے ہیں برخلاف اس کے ہندوستان کے مختلف سیاسی خیالات کے اشخاص کا ایک وقت میں بھی جمع ہونا ممکن نہیں ہوتا چنانچہ جب تمام زعماء ہند [illegible] دہلی میں جمع ہوئے تھے تو ایک معمولی سی بات پر ایسی تقریریں ہوئیں جس میں کسی صیانت کے سلسلہ میں بھی یہ زعماء ایک مقام پر جمع ہوئے ہوں۔ برخلاف اس کے حیدرآباد کے [illegible] قابل مبارک باد ہیں کہ باوجود اختلافات کے جب کبھی ایسی ضرورت محسوس ہوئی انہوں نے قطع نظر مسائل سیاسی کے فوراً مشترکہ کمیٹیاں منعقد کیں مشترکہ بیانات دئے اور مشترکہ طور پر کام کا بھی آغاز کیا۔ [illegible] کا شکر ہے کہ اس وقت بھی یہ کام جاری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ جلسہ جو [illegible] نواب بہادر یار جنگ بہادر [illegible] زیر صدارت نواب [illegible] جنگ بہادر منعقد ہوا تھا اتحاد و یکجہتی کا ایک خاص مظہر تھا جو اعلیٰ روایات حیدرآباد کے مطابق تھا۔ [illegible] جناب [illegible] نواب بہادر یار جنگ بہادر [illegible] اس مجلس کی ان حضرات کا [illegible] جب ایک وفد سر [illegible] سے ملاقات کرنے کے لئے [illegible] اور مسلم کارکنوں کی طرف سے نواب بہادر یار جنگ بہادر [illegible] جو مقاصد [illegible] [illegible] اور جانی [illegible] ہندوستان کی [illegible] حیدرآباد [illegible] [illegible] ہندوستان کی رہبری کی ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] رہے گا ہیں۔

دیہی علاقوں میں صحت عامہ کے کام

مشکلات کو کس طرح حل کیا جا رہا ہے

دیہی علاقوں میں صحت عامہ کے مسائل سے گہری دلچسپی پیدا کرنے اور اس سلسلہ میں مقامی عہدہ داروں کے تعاون کی ضرورت آمادہ کرنے کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے محکمہ طبابت و صحت عامہ سرکار عالی نے ۱۹۴۰ء سے صحت عامہ کے عہدہ داران اضلاع کی سہ ماہی ششماہی کانفرنس منعقد کرنے کا طریقہ رائج کیا ہے۔ متعدی بیماریوں کے خلاف جد و جہد کرنے، مرض میریا پر قابو پانے اور صحت عامہ کی حد تک دیہی اصلاح کے کام انجام دینے، اموات اور ولادت کے صحیح اندراجات کرنے، پانی فراہم کرنے، مدرسوں کے طلباء کا طبی معائنہ کرنے اور قبرستانوں اور مرگھٹوں کی نگرانی رکھنے سے جتنے بھی مسائل تعلق رکھتے ہیں ان سب پر کانفرنس میں بحث کی جاتی ہے۔ ان امور پر اور دیگر متعلقہ امور پر حکومت ہند کے مرکزی مشاورتی مجلس صحت عامہ [illegible] کی سفارشات کی روشنی میں غور کیا جاتا ہے اور جہاں تک ممکن ہو ان سفارشات کی بموجب تجاویز مرتب کی جاتی ہیں۔

اس قسم کی چوتھی کانفرنس حال ہی میں منعقد ہوئی جس میں مختلف امور کے متعلق زچہ اور بچہ کی فلاح، دیہی دائیوں کی تربیت اور ولادت کے اعداد و شمار کی تقسیم، دق اور جذام کے مریضوں کے لئے شفاخانوں کا قیام، وسیع پیمانہ پر ٹیکہ، مدارس میں طلبہ کے طبی معائنے، بینائی میں کسی قسم کی خرابی ہو تو غریب طلبہ کو مفت عینک دینے کا انتظام اور صحت عامہ کے پروپیگنڈے میں اضافہ کرنے کے متعلق اہم تصفیے کئے گئے۔

اضلاع میں زچہ و بچہ کی فلاح کے متعلق کانفرنس نے خود انتظام کرنے والی صحت کی مدد کی [illegible] اضلاع کے تمام [illegible] میں بہبودی اطفال کے مرکز قائم کرنے کی نسبت حکومت کو توجہ دلائی۔

دیہی رقبوں میں دائیوں کی تربیت۔

ساتھ ہی اس کانفرنس نے اس امر کا بھی مطالبہ کیا ہے کہ محکمہ صحت عامہ کی تجویز کے مطابق دیہی دائیوں کی تربیت کے لئے ضروری انتظام کرے۔ نیز اضلاع میں دائیوں کی تربیت کے لئے محکمے سے خواہش کی گئی ہے کہ وہ اپنے متعلقہ میں یکساں نصاب تیار کروائے۔ کانفرنس نے یہ بھی تجویز پیش کی ہے کہ جب تک قابل تربیت یافتہ معائنہ کنندگان لیڈی ہیلتھ وزیٹرز موجود ضروریات کی تکمیل کے لئے شہر حیدرآباد کے بہبودی اطفال کے مرکزوں میں تربیت پائی ہوئی دائیوں کو مددگار یعنی نرس کی حیثیت سے اضلاع میں مقرر کیا جائے۔

اور ایک قرار داد کے ذریعہ کانفرنس نے اضلاع کے عہدہ داران صحت عامہ کو ہدایت دی ہے کہ جب کبھی وہ دیہاتوں کا دورہ کریں تو مقامی دفاتر صحت کے سلسلہ میں وہاں کے ہیلتھ آفیسر کی کارگذاری کی تنقیح کریں۔ اور خاص طور پر اس امر کا خیال رکھیں کہ متعلقہ سیکرٹری یا پٹیل اپنے متعلقہ اموات و ولادت کے رجسٹر کی تنقیح کیا کرتے رہیں یا نہیں۔

دق اور جذام کے شفاخانے۔

دق اور جذام کے مریضوں کو مزید سہولتیں بہم پہنچانے کی بابت کانفرنس نے دو امور طے کئے۔ دق کی حد تک رجحان کی بنا پر ناندیڑ اور اورنگ آباد کے عہدہ داران صحت عامہ کو ہدایت دی گئی کہ وہ دق کے ابتدائی آثار دریافت کرنے کے لئے اشخاص میں ایکس رے استعمال کریں اگر ان کے ضلع میں ایسا انتظام موجود ہو تو ایسے مریضوں کے ضروری علاج کے لئے خاص طور پر ہفتہ میں ایک دن مقرر کریں علاوہ ازیں محکمہ صحت عامہ کے متعلقہ عہدہ سے سفارش کی گئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اضلاع میں مرض دق کے سلسلہ میں خاص تربیت پائے ہوئے مددگاروں کو متعین کیا جائے۔ جذام کے انسداد کی نسبت طے پایا کہ محکمہ سرکار عالی ان تمام سرکاری دواخانوں کے ساتھ جذام کے شفاخانے کھول دئے جائیں اور جو تعلقوں کے ڈاکٹر افسروں کو انسداد جذام کے متعلق مختصر تربیت دے کر کام لیا جائے۔

اضلاع میں ٹیکہ کے نتیجے کے سلسلہ میں کانفرنس نے طے کیا کہ (۱) ہیلتھ انسپکٹر اور سب انسپکٹر دورہ کے وقت ٹیکوں کا نتیجہ دیکھا کریں۔

(ب) چیچک برسات کے موسم میں متعدی ہوا کرتے ہیں لیکن آئندہ سے اس موسم میں بھی ان سے کام لیا جائے۔

(ج) اضلاع کے چیچک پھیلنے والے متعدی زمانہ میں جبکہ وبا رہا کرتی ہے ٹیکہ اندازی کا کام جاری رکھیں متعدی ٹیکے لگانے والوں اور چیچک برداروں کے تقرر میں کیا جائے جنہیں مقامی دیہاتی دفاتر فوراً طلب کر کے متعین کریں۔

(د) تمام عہدہ داروں اور محکمہ کے ذریعہ جن کے ذمہ چیچک کے انسداد کا انتظام ہو ہر جگہ دوبارہ ٹیکہ لگوانے کی ترغیب دلائی جائے مددگار طبی افسروں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ تعلقہ وار ہیلتھ انسپکٹروں کی کارگزاری کی تنقیح کریں۔ دیہاتوں میں صحت عامہ کے پروپیگنڈا کو جاری رکھنے کے لئے طے پایا کہ ہر تعلقہ میں کم از کم ایک قصبی فانوس و میجک لنٹرن اور چند سلائیڈز دستیاب ہوں اور جہاں ممکن ہو متعلقہ ضلع سے مالی امداد حاصل کی جائے گی۔

نادار بچوں کے لئے عینکیں مفت فراہم کرنے کا انتظام

کانفرنس میں جو تجاویز منظور ہوئے ان میں طے پایا کہ مدرسے کے نادار طلبہ کو جن کی بینائی کمزور ہو عینکیں مفت فراہم کی جائیں۔ طے پایا کہ ناظم تعلیمات سے اس غرض کی نسبت مدرسوں کی رقم منظور کی ہے وہ اضلاع میں تقسیم کر دی جائے اور طلبہ کا طبی معائنہ کرنے کے بعد جہاں تک ممکن ہو طلبہ کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو عینکیں فراہم کریں۔

اے۔ آر۔ پی

بلیٹن نمبر ۳

ہوائی حملہ کی صورت میں

آپ کا گھر حفاظت یا بچاؤ کی بہترین جگہ ہے۔

ان ہدایتوں کو ذہن نشین رکھئے اور ذیل کی ہدایتوں کے مطابق اپنے گھر کے تمام لوگوں کو الگ الگ اور اکٹھے طور پر اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ ہوائی حملہ کے وقت وہ کس طرح پناہ لے سکتے ہیں۔

(۱) مکان کی نچلی منزل کا سب سے اندرونی کمرہ منتخب کیجئے۔ اگر تمام کمروں کی کوئی نہ کوئی دیوار سڑک یا آنگن کی طرف ہو تو اس صورت میں ایسا کمرہ چن لیجئے جس کی باہری دیواروں کا آس پاس کے گھروں یا احاطہ کی دیوار سے بچاؤ ہو سکے۔ اگر اس کمرے کی کسی جانب کوئی گلی ہو تو اس گلی کی دوسری جانب کی عمارت یا دیوار سے وہ کمرہ اور محفوظ ہو جائے گا۔ کمرہ جتنا چھوٹا ہوگا اور اس کی چھت جتنی کم اتنا ہی زیادہ بچاؤ ہو سکے گا۔

(۲) ایسا کمرہ منتخب کیجئے جس میں کم سے کم کھڑکیاں لگی ہوئی ہوں۔ اگر ممکن ہو اور آپ میں اتنی استطاعت ہو تو تمام دروازوں، کھڑکیوں اور روشن دانوں کے شیشے نکال دیجئے اور ان کی جگہ لکڑی کے تختے لگا دیجئے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو شیشوں کی اندرونی جانب مقوہ یا بڑے کاغذ کا ایک چکا دینے سے یا جالی لگا دینے سے کافی بچاؤ ہو سکے گا۔ اس طرح شیشے کے اڑتے ہوئے ٹکڑوں سے سخت زخم آنے کا اندیشہ رفع ہو جائے گا۔

(۳) اگر چھت فن برداشت کر سکتی ہو تو اس پر ریت کے تھیلے ڈال دینے سے یا ۹ انچ گہری ریت بچھا دینے سے بم کی رفتار سست ہو جائے گی اور اگر وہ پھٹ جائے تو بھی چھت کو کم نقصان ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رہنی چاہئے کہ جب تک سخت کنکریٹ کی چھت نہ ہو مکان کو بموں کی ضرب سے محفوظ بنایا نہ جائے اسے بم کی براہ راست ضرب سے محفوظ قرار نہیں دے سکتے۔

(۴) چھت کے چوبی شہتیروں، کڑیوں اور مکان کے چوبی پردوں کو آگ سے بچانے والے رنگ یا چونے کی دو تین تہہ چڑھا کر جلنے سے محفوظ کر دیجئے۔ اس غرض کے تحت ایک پائنٹ یعنی ڈیڑھ پاؤ پانی میں ایک سیر کچا چونا اور ایک اونس یعنی تقریباً آدھ چھٹانک معمولی نمک ملا دیجئے۔ جہاں تک ممکن ہو آگ کو جلد قبول کرنے والا سامان مثلاً لکڑی کی الماریاں، کرسیاں، شطرنجیاں وغیرہ اوپر کی منزل سے ہٹا دیجئے بلکہ بہتر یہ ہے کہ ایسا سامان مکان ہی سے نکال دیا جائے یا کم از کم کسی ایسے کمرے میں اکٹھا کر دیا جائے جو مکان سے کچھ دور ہو۔

(۵) اگر آپ کا بچاؤ کا کمرہ چھوٹا ہے تو اس میں مشکل سے اتنی جگہ ہوگی کہ آپ کے بال بچے اور گھر کے لوگ ایک ساتھ رہ سکیں۔ اس لئے آپ کو فرش پر ہی بیٹھنے کا انتظام کرنا چاہئے۔ اور ممکن ہو تو ایسے تخت، چوکی یا میزوں کے نیچے ہو جائیے جو کمرے کے کونوں میں دروازوں یا کھڑکیوں کی زد سے بچے ہوئے ہوں۔ بیٹھتے وقت اپنا سر زمین سے اٹھا ہوا رکھئے۔ اگر آپ کا بچاؤ کا کمرہ کافی بڑا ہے تو اس کے کسی کونے میں پناہ لیجئے کیونکہ کونے کی چھت اور دیواریں زیادہ مضبوط ہوتی ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھئے کہ آپ کے بدن کا کوئی حصہ دیواروں سے لگنے نہ پائے۔

اگر مکان میں ایسی گلیاری موجود ہو جس کی چھت کمانوں پر بنائی گئی ہے تو اس گلیاری میں پناہ لیجئے کیونکہ کمانوں والی چھت مکان کے کمروں کی چھت سے زیادہ مضبوط ہوگی۔ ہر حال میں ایسی کھڑکیوں یا دروازوں سے دور رہئے جو کسی صحن یا میدان یا سڑک کی جانب کھلتے ہوں۔

(۶) اگر آپ کا گھر لکڑی یا بانس کا بنا ہوا ہو یا اس کا کچھ حصہ ہے اور کچھ حصہ اینٹوں سے بنایا گیا ہو لیکن اس میں چونا یا سمنٹ شامل نہ ہو تو اس صورت میں بھی گھر کے باہر یا گلی میں کھڑے رہنے سے بہتر یہ ہے کہ آپ گھر ہی میں پناہ لیں کیونکہ اگر آپ کے سر پر ایسا گھر گر جائے تو بھی زیادہ چوٹ نہ آسکے گی۔ کچے گھر کے اندر خندق کھودنے سے آپ کی اچھی طرح حفاظت ہو جائے گی۔ یہ خندق آپ کو بم کے دھماکوں اور اڑتے ہوئے ٹکڑوں سے محفوظ رکھے گی۔ یہ خندق کم سے کم دو فٹ گہری اور دو فٹ چوڑی ہونی چاہئے۔ اگر آپ خندق کو اور بھی تنگ بنا سکیں تو بہتر ہے مگر اتنی چوڑی ضرور ہو کہ آپ اس میں آرام سے بیٹھ سکیں۔ اگر خندق پر لکڑی کا تختہ یا چارپائی یا میز یا ٹین ہی ڈال دیں تو مزید حفاظت ہو جائے گی۔ خندق کے گرد اسی میں سے نکلی ہوئی مٹی کی چھوٹی سی مینڈھ بنا دینے سے بارش کا پانی اندر آنے نہ پائے گا۔

(۷) جن لوگوں کے مکانات پختہ ہوں وہ چاہیں تو حفاظت کے لئے ذیل کی تدبیریں اختیار کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کا مکان پختہ اور مضبوط ہے تو مکان کے اندر ہی آپ زیادہ محفوظ ہوں گے لیکن اگر آپ کا مکان پرانا ہو یا اس کی دیواریں کمزور ہوں تو اس صورت میں آپ کو غور کرنا چاہئے کہ مزید حفاظت کے لئے احاطہ میں کسی جگہ خندق کھودے یا اینٹ اور چونے کی ایسی پناہ گاہ یا گھروندہ بنانے کی ضرورت ہے یا نہیں جس کی دیواریں اتنی موٹی ہوں کہ دھماکوں کے جھٹکے پڑنے سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو بچاؤ کے کمرے ہی کو زیادہ محفوظ بنا دیجئے۔ اس کمرے کی چھت کے نیچے کھمبوں وغیرہ کا سہارا دیا جائے اور اوپر بھی اس طرح سمنٹ لگا دی جائے۔ جو لوگ کہ مرمت کر سکتے ہیں انہیں چاہئے کہ یہ کام کسی انجینئر یا مستری سے کروائیں۔ اسی طرح دیواروں کو بھی زیادہ مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ اگر مکان کی دیواریں کم از کم ۱۸ انچ (ڈیڑھ فٹ) موٹی ہوں تو ان پر بم کے دھماکے یا اڑتے ہوئے ٹکڑوں کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ اس قدر موٹی اور مضبوط نہ ہوں تو ان کی حفاظت کے لئے باہری جانب تھیلے جما دینا چاہئے۔ کسی قسم کے تھیلے بھی کام آ سکیں گے۔ اگر ریت نہ مل سکے تو تھیلوں میں مٹی بھر دیجئے۔ اس سے بھی مطلب پورا ہو جائے گا۔ اگر ریت کے تھیلے نہ ہوں تو کنکر یا موم یا مٹی سے بھرے ہوئے ... ان کو صندوقوں میں یا لکڑی کے تختوں یا ٹین کی یا لوہے کی چادروں کے درمیان اس طرح بھر دینا چاہئے کہ درمیانی جگہ جو کنکر یا موم یا مٹی سے بھری ہوئی ہو دو فٹ موٹی رہے۔ اسی طرح سے کھڑکیوں اور دروازوں کو بھی محفوظ بنایا جا سکتا ہے۔ کھڑکیوں کو محفوظ بنانے کا اور ایک طریقہ یہ ہے کہ باہر کی جانب اینٹوں کی ۱۰ انچ موٹی دیوار کھڑی کر دیں۔ یہ دیوار اس طرح بنائی جائے کہ خود کھڑکی کے علاوہ اس کے آس پاس دائیں اور بائیں جانب ایک ایک فٹ تک مکان کی دیوار ڈھک جائے۔ باہری دیواروں میں جو دروازے لگے ہوئے ہوں ان کو بھی اسی طریقے سے محفوظ بنا سکتے ہیں۔ جن دروازوں کو آنے جانے کے لئے کھلا رکھنا لازمی ہے انہیں محفوظ بنانے کے لئے تین یا چار فٹ ہٹ کر کم از کم ۶ فٹ اونچی اور دروازہ کی چوڑائی سے کچھ زیادہ چوڑی دیوار اٹھانا چاہئے۔

(۸) گھر کے باہر جو خندق بنائی جاتی ہے اس کا خاکہ حسب ذیل ہے۔

خندق کسی اونچی عمارت یا مکان کے بالکل نزدیک نہیں کھودی جانی چاہئے۔ قریب ترین عمارت سے خندق کا فاصلہ کم از کم اس عمارت کی نصف اونچائی کے برابر ہونا چاہئے۔ بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ خندق کسی درخت کے نیچے کھودی جائے اور اس پر لکڑی کا تختہ، چارپائی یا میز رکھ دی جائے یا خندق سے کچھ اوپر چھت یا لوہے کی چادریں اور کچھ نہیں تو معمولی ٹین ہی کی چھت ڈال دیں گے تو اس سے بچاؤ رہے گا۔ تختے یا ٹین یا لوہے کی چھت پر اور خندق کے اطراف ریت کے تھیلے رکھ دینے سے مزید حفاظت ہو جائے گی لیکن یہ انتظام ایسا ہو کہ آسانی سے دکھائی نہ دے۔

گھر کے باہر جو خندق بنائی جائے اس کی لمبائی ہر دو جانب ۱۰ فٹ سے کم اور ۵۰ فٹ سے زیادہ نہ ہو۔ سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ خندق ۷ فٹ لمبی ہو اور اس کے ہر کونے میں دو فٹ گہرا اور دو فٹ قطر والا گڑھا کھود دیا جائے تاکہ پانی کی نکاسی ہو سکے۔ دھونے، نہانے اور پیشاب یا پاخانے وغیرہ کا بھی کچھ نہ کچھ انتظام کرنا چاہئے۔ اگر خندق اتنی بڑی بنائی نہ جا سکے کہ اس میں آپ کا پورا خاندان سما سکے تو مکان کے کسی کمرہ کو بھی بچاؤ کے لئے استعمال کیجئے۔ خندق خواہ مکان میں بنائی جائے یا مکان کے باہر ہر حال میں اس بات کی احتیاط کیجئے کہ آپ کے بدن کا کوئی حصہ خندق کی جانبی دیواروں سے لگنے نہ پائے۔

(۹) اگر آپ کے گھر پر ضرب لگے تو دوڑ کر سڑک پر نکل نہ جائیے کیونکہ گھر پر دوبارہ ضرب پڑنے کا امکان زیادہ سے زیادہ دس لاکھ میں ایک ہو سکتا ہے۔ لیکن گھر کے باہر جانے سے آپ بے ضرورت خطرہ میں پڑ جائیں گے۔

جمہور کا زمانہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

اور جمہوریت کی مدد سے اس مقصد کی تکمیل کے وسیلے ہو تو وہ سرمایہ داری کی طبقہ واری تقسیم، اس کی نفع خوری اس کی بے ترتیبی اور بے حسی اور اس کے آئے دن کے بحرانوں سے الگ رہ کر ایک منضبط معاشی زندگی کی ایسی تنظیم کر سکتی ہے جو اسے اس قابل بنائے کہ اس کی حفاظت کے لئے سخت سے سخت دشمن کے مقابلہ میں اس کا ہر مرد و عورت اس کا بچہ بچہ اپنی جان کی بازی لگا دے۔

سرمایہ داری کے بنیادی اصولوں پر تنقید اشتراکی خیالات کی ترویج اور پھر انقلاب روس کے بعد اشتراکیت کے عملی تجربے نے جنگ سے پہلے ہی بہت سے ملکوں کو اپنی معاشی زندگی میں اصلاح کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ یہ ضرور ہے کہ کوئی ملک اس پر آمادہ نہ تھا کہ اس نئی زندگی کے لئے اپنی ہی بنائی معاشی زندگی کو پہلے بالکل تباہ و برباد کر دے لیکن سب اس طرف مائل تھے۔ انقلاب بغیر مرکزی سیاسی قوت معاشی زندگی کو اپنے قابو میں لے اور عوام کے فائدے کو نظر رکھ کر اس زندگی کی سمت بدلے۔ جرمنی میں بھی ہوا۔ اٹلی میں بھی ہوا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی ہوا۔ دوسرے ملکوں میں بھی قانون سازی کے ذریعے سرمایہ داری کی خرابیوں کو رفع کرنے کی کوشش مدت سے جاری تھی۔ اور اس دور کو طرح طرح سے جکڑنے کی صورتیں نکالی جا رہی تھیں۔ یہ مجبوراً تھا کہ وہ تصادم شروع ہو گیا جس کے دھماکے آج خود ہمارے ملک کے دروازے کے پاس سنائی دیتے ہیں۔ سرمایہ داری کا نظام ایک حد تک خود اس تصادم کا بھی باعث ہے کہ اس کی بے حساب توسیع کے لئے کسی کو خام اجناس درکار ہیں، کسی کو تیار مال کے لئے نئی نئی منڈیاں، کسی کو اپنا سرمایہ لگانے اور نفع کمانے کے نئے میدان۔ لیکن ایک بات

اب روز روشن کی طرح ظاہر ہے اور وہ یہ کہ اب انسانیت کی آرزو اس باب میں ایک خاص شکل اختیار کر چکی ہے وہ اب یہ نہیں گوارا کر سکتی کہ دنیا کی دولت آفرین قوت تھوڑے سے گروہ کی جیب میں رہے۔ ایک طرف وہ امیر ہوں جو یہ سمجھیں کہ اپنی دولت کو آخر کیسے صرف کریں۔ دوسری طرف غریب زندگی کی کم ترین ضرورتوں کو ترسیں۔ زمین روز بروز زیادہ غلہ اگلے اور انسان بھوکا مرے۔ کارخانے روز بروز زیادہ کپڑا بنا سکیں اور آدمی ننگے پھریں [illegible] خرید نہ سکیں۔ [illegible] بے گھر و در بدر و حیران و پریشان ہو۔ انسانیت یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ [illegible] جنگ کا [illegible] ہر [illegible] رہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ کام سے زندگی کی تلخی اور شیرینی بھی ہے۔ اس کا فلاح پر ہونا ہے۔ اس لئے وہ یہ گوارا نہیں کرتی کہ کام کرنے کے لئے ہمیشہ [illegible] اور جان کا خیال نہ ہو۔ [illegible] بے مقصد اور جہاں تک کام کرنے والے کی نظر میں کام کار [illegible] اس سے متعلق ہے۔ [illegible] وہ یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ اس کے [illegible] کے [illegible] دولت [illegible]

کے ذریعہ پر قبضہ حاصل کر کے اسے فرد و نوع اپنا غلام بنا لے۔ اور یہ سمجھتی ہے کہ جب آزادی، مساوات کی آرزو ہو۔ وہ یہ نہیں گوارا کر سکتی کہ وہ کام کو آمادہ ہو اور کام نہ کر سکے۔ وہ یہ نہیں چاہتی کہ خود غرض نفع طلبوں کی اجارہ داریوں کا خمیازہ اسے بیروزگاری اور کساد بازاری کی شکل میں بھگتنا پڑے۔ وہ جمہوریت کا معنوی اعلیٰ مضمون کو بنانا چاہتی ہے۔ وہ ہر شخص کی بے چینی سے جاگ کر زندگی کی مدد میں آنا چاہتی ہے۔ وہ ہر تعلیم کے تمام عطیے عمل کر کے [illegible] ملک اور انسانیت کی [illegible] کو بھی [illegible] کی دنیا بنانا چاہتی ہے۔ وہ امید کرتی ہے کہ وہ دولت پیدا کرنے کے ہم وسائل اس طرح اور اس پیمانے پر افراد کے قبضے میں نہ رہنے دے گی کہ وہ دوسروں کی زندگیوں کے مالک بن جائیں۔ وہ چاہتی ہے کہ ان وسائل پر ایسی ہیئت اجتماعی کا قبضہ ہو۔ بے حساب دولت اگر ہو تو بس جماعتی ہیئت کے ملک میں ہو۔ ہر شخص کو اس کی ضرورت کے لائق ملے۔ اور "فی السماء رزقکم" کا الٰہی وعدہ دنیا میں نائب الٰہی حکومت کی طرف سے پورا کیا جائے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ جمہوریت اور انفرادی عقلیت کے میل سے انسانیت اس درجہ آگئی ہے کہ اگر کوئی مرتبہ اصلاح کی نہ بن پڑی تو یہ اس جمہوریت سے ہو کر چھوٹی چھوٹی غیر مرکزی جماعتوں میں ابتدائی قسم کی زندگی گزارنے پر راضی بلکہ آمادہ ہو جائے گی اور کسوں سے کپڑا بنے اور ہر کوئی زمین جوتے اور لوہے سے مکان بنانے کی صورت بس یہی ممکن ہے کہ کچھ بنیں کچھ بکھریں، کچھ کمائیں کچھ جھکے رہیں، کچھ محلوں میں رہیں اور کچھ سر پہ لیٹے [illegible] جھونپڑوں اور گھروں کو ان فیکٹریوں پرانے [illegible] کے [illegible] لوہے اور سیمنٹ کے قلعوں پر اپنی [illegible] کی جھونپڑیوں کو پھر ترجیح دینا سیکھ لیں گے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ آج دنیا اس قسم کی خاص قومی تحریکوں سے خالی نہیں ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ انسانیت اپنی

ذہنی تحقیقات کو جمہوریت [illegible] سے عبارت ہیں ترک کئے بغیر ان کے [illegible] سے بچنے کی جماعت کی مستقل [illegible] کا ہر فرد کے ذریعے اور باہمی اور [illegible] کو [illegible] زمانے کی تدبیر نکال سکتی ہے۔ اس لئے کہ بہر حال جمہوریت ایک خادم ہے۔ اس سے کام لینے والے تو انسان ہی ہیں اگر ان کا ارادہ واضح ہو جائے اور وہ [illegible] بن جائیں تو جمہوریت تاریخ میں اگر ایسی صفت انسان کی سب سے بڑی مددگار بن سکتی ہے۔ آج عوام کی معاشی آرزوؤں کو جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں ان کا رخ یہی معلوم ہوتا ہے اور اس لئے میرا گمان ہے کہ اس جنگ کے خاتمے کے ساتھ ساتھ دنیا میں ملکیت شخصی کے تصور اور تصرف میں ایک بنیادی تبدیلی رونما ہو گی۔ معاشی زندگی میں اشتراکی کے اصول کار و مرکزی ریاستی کاروبار کو بہت فروغ ہو گا اور شاید بیسویں صدی میں معاشی زندگی کی یہی خصوصیت قرار پائے گی۔

ؔ [illegible] کہ حکومت [illegible] جماعت [illegible] اصول [illegible] کی [illegible] ہو چکی ہے۔

خانگی مدارس کے قواعد اور ہندو پرجامنڈل

مسٹر [illegible] راؤ کا بیان

شملہ میں [illegible] نے حسب ذیل بیان بغرض اشاعت جاری کیا ہے:۔

"محکمہ تعلیم سرکار عالی میں خانگی مدارس کے قیام سے متعلق قواعد جو ترتیب دیئے گئے ہیں ان کی بابت عالیہ سرکاری حلقوں پر ہندو پرجامنڈل نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں انہیں پڑھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی [illegible] گذشتہ حالات اور [illegible] کا علم [illegible] پرجامنڈل جیسے ادارے نے [illegible] سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ [illegible] سرکار عالی کے ایک [illegible] کے متعلق اپنے اختیارات استعمال کریں یا یہ کہ اس [illegible] کے تصفیہ کو [illegible] انتخابی کے اقدام پر [illegible] کی جرأت کی ہے"

"حکومت سرکار عالی سے ہمیں کتنا ہی اختلاف ہو اور بعض صورتوں میں یہ اختلاف بنیادی مسائل ہی سے کیوں نہ متعلق ہو لیکن اندرونی معاملات میں حضرت اقدس و اعلیٰ کے شاہی اختیارات اور حکومت سرکار عالی کے [illegible] اختیارات اور حکومت [illegible] کے اقتدار کو مجروح کرنے کا تصور بھی ہمارے ذہن میں نہیں آ سکتا کہ اس ریاست [illegible] کی کالیت کو نقصان پہنچے کی آرزو ہو۔ ہندو پرجامنڈل کا یہ عمل ہی سراسر غیر ذمہ دارانہ [illegible] اس نے ایک بیرونی قوت کی امداد کی [illegible] مسٹر [illegible] کا [illegible] ہندو پرجامنڈل کا [illegible] بنایا اور اس کی درخواست کو [illegible] لیکن [illegible] اب [illegible] اور خانگی مدارس کے قواعد [illegible] سے متعلق سرکار عالی نے جو [illegible] اس کی بابت [illegible]"

[illegible]

حضرت [illegible] اقدس [illegible] سے کیا [illegible] جس [illegible] ریاست کو [illegible] نقصان پہنچا [illegible] جیسا کہ ہندو پرجامنڈل نے اس کی کوشش کی ہے [illegible] کبھی اس کی موافقت نہیں کریں گے اور یقین ہے [illegible] کہ ریاست کی اکثریت اقوام اس کوشش کی ہر ممکن مخالفت کریں گے ہندو پرجامنڈل نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں ان کی [illegible] ہے [illegible] جس [illegible] کے [illegible] قابل نہیں [illegible] حکومت [illegible] ملک [illegible] سے [illegible] دوسروں کے سامنے [illegible] تکالیف اور [illegible] کا [illegible] طلب [illegible] رعایا کی بہبودی کے لئے [illegible] اصلاحیں [illegible] عمل [illegible] قوانین [illegible] میں جو [illegible] ریاست کی [illegible] پر [illegible] ہے [illegible] پرجامنڈل کا [illegible] حکومت [illegible] کے [illegible] سے [illegible] دیکھی [illegible]

[illegible] حکومت [illegible] جماعت [illegible] ہندو پرجامنڈل [illegible] ریاست کی [illegible]

جنگ اور انقلاب

بقیہ سلسلہ صفحہ اول

انقلاب کے دوران میں انسانی معاشرہ نے اس معاشی نظام کو اختیار کر لیا جس کا ذکر برطانیہ کے وزیر خارجہ نے کیا ہے۔ اس نظام نے مغربی ممالک میں جہاں اس کی بنیادیں مضبوط تھیں کافی ترقی کر لی تھی۔ یہاں فاسسٹیت نمودار ہوئی جو خود غرض افراد کے ہاتھ میں ایک آلۂ کار بن کر نوع انسانی کی ترقی میں حائل ہو گئی۔ پس فاسسٹیت کا قلع قمع عام انسانی فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہے۔ فاسسٹیت کے خلاف اعلان جنگ کر کے جمہوری ممالک نے انقلاب کی ضرورت کو تسلیم کر لیا۔ معاشری نشوونما میں جو مزاحمت ہو رہی ہے اس کو ختم کر دیا جائے۔ اس مزاحمت کو انسانی آزادی کا دشمن سمجھا جاتا ہے فاسسٹیت کی شکست انسانی ترقی کے راستے کھول دے گی دول محور کی شکست اور فاسسٹی قوتوں کا قلع قمع اب عام طور پر مقاصد جنگ تصور کئے جاتے ہیں۔ پس موجودہ جنگ ایک انقلاب ہے جو عالمگیر پیمانہ پر وقوع پذیر ہو رہا ہے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ جنگ جیت جانے کے بعد تمام اچھے خیالات فراموش کر دیئے جائیں گے یہ اندیشہ گزشتہ جنگ کے تلخ تجربہ پر مبنی ہے۔ اس جنگ کی نسبت بھی یہ کہا جاتا تھا کہ جمہوریت کو بچانے کی جنگ ہے۔ لیکن اس جنگ سے ایسے حالات پیدا ہوئے جنھوں نے فاسسٹیت کے جراثیم کی پرورش کی۔ جمہوریت کو بچانے کے بجائے گزشتہ جنگ نے جمہوریت پر کاری ضرب لگائی۔ گزشتہ جنگ کی نسبت یہ بھی کہا جاتا تھا کہ یہ جنگ ساری جنگوں کا خاتمہ کر دیگی۔ لیکن اس جنگ نے بین الاقوامی توازن کو درہم برہم کر دیا۔ اور اس طرح دنیا کو ایک دوسری جنگ میں جھونک دیا۔ ایک دائمی امن قائم کرنے کے بجائے گزشتہ جنگ نے موجودہ جنگ کے لئے میدان تیار کر دیا۔

ان واقعات کے مدنظر جن کو آسانی سے بھلایا نہیں جا سکتا۔ موجودہ جنگ کے متعلق خوش آئند خیالات قائم کرنا ذرہ دشوار ہے۔ مگر یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ یہ جنگ نہیں ہے بلکہ ایک انقلاب ہے۔ یہ پوچھنا بے سود ہے کہ جنگ جیتنے کے بعد وہ مقاصد جنگ یاد بھی رہیں گے جن کا آج اعلان کیا جا رہا ہے؟ اصل نکتہ یہ ہے کہ جنگ جیتنے کے لئے ان مقاصد کو عمل کرنا ضروری ہے۔

ہندوستان کا مسئلہ

مثال کے طور پر ہندوستان کو لو۔ ہندوستان کو ایک فاسسٹی قوت حملہ کی دھمکی دے رہی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ نہ صرف ہندوستان کی دولت سے بلکہ اس کو آزادی بھی دلائے گی۔ اس پروپگنڈے سے اکثر ہندوستانی متاثر ہو گئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان کی قوت مزاحمت اس قدر پست ہے۔ اس خطرے کے احساس نے ارباب مقتدر کو بیدار کر دیا ہے۔ ملک کی مدافعت کے لئے عوام الناس میں جوش پیدا کرنے کی تدبیریں

سوچی جا رہی ہیں مگر ان ساری تدبیروں سے مطلوبہ نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ مبہم تصورات پیش ہوتے رہیں گے۔ ہندوستان کی بڑی سیاسی جماعتوں نے جو طریق روش اختیار کی ہے اس کے مدنظر اس امر کی ضرورت ہے کہ عوام سے ربط پیدا کیا جائے اور ان کو ان کے گمراہ کرنے والوں کے اثر سے بچایا جائے۔ مگر عوام الناس بھی اپنی موجودہ حالت کو برقرار رکھنے کے لئے جوش و خروش کے ساتھ لڑنے پر آمادہ نہیں کئے جا سکتے۔ انہیں یہ محسوس ہونا چاہئے کہ جس چیز کی انہیں مدافعت کرنے کے لئے کہا جا رہا ہے وہ انہی کی ہے۔ اگر اب نہیں تو جنگ کے بعد ضرور ان کی ہو جائے گی۔ ان سے یہ کہا جائے کہ جاپانی حملہ کی مدافعت کر کے وہ ایک ایسے معاشی نظام کے قیام میں مدد دیں گے جس میں ہر مرد و عورت کو اس کی محنت کے معاوضہ کی ضمانت دی جائے گی۔

ہمالیہ کے مشہور یوگی راج مہاراج گیانیشور جی کے شاگرد

یوگی راج پروفیسر بی داس

۱۰ مارچ سے مقیم دیپنا ٹیزم حیدرآباد میں



شملات ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں اور اپنی روحانی طاقت کے کرشمے دکھا کر دنیا کو حیرت میں ڈال رہے ہیں یوگی راج کا ملکی گنگا کی بہاؤ اپنی روحانی طاقت سے ہر قسم کے خطرناک بیماری شفا بخشتی دمہ، بواسیر، کھانسی، فالج، مرگی، پاگل پن، بہرہ پن، گونگا پن، جذام، آتشک، سوزاک، بواسیر وغیرہ کا علاج کرتے ہیں۔ عورتوں کا ماہواری ایام کی تکلیف اور کسی خرابی سے بند ہو گیا ہو تو ان کا علاج کرتے ہیں اس کے علاوہ وقتی حالات روحانی طاقت سے بتلاتے ہیں اور لاٹری وغیرہ بھی بتلاتے ہیں۔ [illegible]

صبح ۸ تا ۱۰ شام ۴ تا ۶ ۔ پرائیویٹ سکریٹری آر چند ر۔

پتہ: دسمبر اول ہوٹل کرونیشن ہیل فون نمبر ۳۲۶۲

اعظم پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن شائع ہوا، دفتر مملکت سے [illegible]